بستان السالکین

اردو ترجمہ

ارشاد الطالبین

www.maktabah.org

مصنف

عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی

مترجم

استاذ العلماء پیر محمد عابد حسین سیفی

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارشادُ الطّالبین

www.maktabah.org

www.maktabah.org

بُستان السّالکین اُردُو ترجمہ

ارشاد الطالبین

حقائق و معارف اور علم و عرفان کا ایک خوبصورت اور تاریخی
مُرقع، سلوک و طریقت اور رُوحانیت کے اسرار و رموز
پر ایک معتبر کتاب، سالکین کے اوصاف اور مریدین کے آداب
کی مختصر اور جامع دستاویز۔ عالم اسلام کی نہایت جلیل القدر مستند
اور رُوحانی شخصیت کی تصنیفِ لطیف

تصنیفِ لطیف
عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ
حضرت علامہ پیر محمد عابد حسین سیفی

www.maktabah.org

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

بفیضان نظر

مجدد عصرِ حاضر، قیوم زماں، محبوبِ سبحان حضرت اخوندزادہ

پیر سیف الرحمٰن پیرارچی مبارک

زیر سرپرستی:

غوث جہاں قدوۃ العلماء شیخ المشائخ حضرت میاں محمد حنفی سیفی مبارک

حسب ارشاد۔ زیر اہتمام

کرنل (ر) ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی

نام کتاب: گلستان طالبین ترجمہ ارشاد الطالبین
نام مصنف: عارف باللہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ
ترجمہ: حضرت علامہ مفتی محمد عابد حسین سیفی
پیش لفظ: علامہ سید امتیاز حسین شیرازی سیفی
تاریخ اشاعت دوم: نومبر 2002ء
تعداد: 3000۔ تین ہزار
قیمت: =/100 روپے۔ وقف برائے مسجد آستانہ عالیہ سیفیہ لکھوڈیر لاہور
کمپوزنگ: ایم شعیب الحق (ایم۔ ایس گرافکس)
ناشر: مکتبہ شیرازی محمدی سیفی
محمدیہ سیفیہ ماڈل ٹاؤن اسلام آباد
اہتمامِ طباعت: زاویہ C-8 دربار مارکیٹ لاہور

www.maktabah.org

فہرست

پیش لفظ

تقاریظ

کچھ مصنف کے بارے میں

خطبۃ الکتاب

مقام اول

فصلِ اول: ولایت کے ثبوت میں ۴

فصل دوم: ولایت کی تحقیق کہ وہ کیا ہے ۱۰

فصلِ سوم: خوارق عادات کا بیان ۲۰

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے کشف کا مرتبہ ۲۶

مقام دوم

مریدوں کے آداب کے بارے میں ۳۲

پیر کامل کی علامات اور اس کو تلاش کرنے کا طریقہ ۳۶

دوسرے شیخ کی تلاش ۳۷

شیخ کے آداب میں کوتاہی کرنا حرام ہے ۴۰

شیخ کے آداب میں افراط وتفریط دونوں حرام ہیں ۴۴

مقام سوم

کاملوں اور مرشدوں کے آداب کے بارے میں ۴۸

تبلیغ وارشاد کی غرض سے اظہارِ کمال جائز ہے ۵۴

www.maktabah.org

شیخ کو مریدین سے حسنِ سلوک کرنا چاہیے ۵۶
مسند نشین کو باوقار رہنا چاہیے ۶۲
شیخ بعض مریدوں کو بعض پر ترجیح نہ دے ۶۲

مقام چہارم

قربِ الٰہی کے اسباب اور اس کی ترقی کا بیان ۶۴
فصل: آفاقی وانفسی سیر کا بیان ۶۶
فصل: عبادات کی برکات کا بیان ۶۸
خلافِ سنت اعمال قبول نہیں ہیں ۷۲
فصل: مشائخ کی تاثیر کا بیان ۷۴
سلسلۂ اویسیہ کا بیان ۷۸
فصل: استعداد کا بیان ۸۲

مقام پنجم

مقاماتِ قربِ الٰہی کا بیان ۸۸
فصل: ولایتِ صغریٰ کا بیان ۱۰۴

خاتمہ

نقشبندیہ کے سلوک کا بیان ۱۱۴

www.maktabah.org

پیش لفظ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

زمانہ قدیم سے یہ طریقہ چلا آ رہا ہے کہ مقبولانِ بارگاہِ خدا کو جب مقامِ قرب نصیب ہوتا ہے تو از راہِ تشکر ان کی خواہش ہوتی ہے کہ جو کرم میرے رب نے مجھ پر کیا ہے وہ دیگر مخلوقِ خدا پر بھی ہونا چاہیے چنانچہ وہ اس کیلئے تبلیغ و ارشاد کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

جو تبلیغ زبان سے کی جائے وہ بھی بڑی موثر ہوتی ہے جبکہ یہ تبلیغ صاحبِ عمل اور اصحاب قرب کی تبلیغ ہے عوام الناس اور اولیاء عظام کی تبلیغ میں یہی ایک بنیادی فرق ہے کہ وہ صاحب عمل اور صاحب فضیلت ہوتے ہیں ان کی زبان میں انکی نگاہ میں تاثیر ہوتی ہے لیکن انہیں فرمودات کو طالبین حق کیلئے اگر ضابطہ تحریر میں لایا جائے تو یہ کام اور بھی زیادہ مفید اور دائمی ہوتا ہے جس سے آنے والی کئی نسلیں فیضیاب ہوتی ہیں۔

کتاب ہذا ''ارشاد الطالبین'' فارسی زبان میں بیہقی زماں علم الھدٰی عارف باللہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی تحریر کردہ ہے۔ یہ کتاب مبتدی سالکین اور جویانِ حق کیلئے انتہائی مفید ہے۔

مفسر قرآن شیخ الحدیث حضرت مفتی پیر محمد عابد حسین سیفی صاحب نے اس کتاب کا اردو میں ترجمہ فرما کر امت مسلمہ پر احسانِ عظیم فرمایا ہے اور فارسی زبان سے نابلد افراد کیلئے بڑی آسانی پیدا فرما دی ہے۔

کتاب کا اردو زبان میں ترجمہ قابلِ تعریف ہے کیونکہ اسے اس عمدگی سے کیا گیا ہے کہ اصلی فارسی متن کی لذت محسوس ہوتی ہے کتاب کا ترجمہ با محاورہ ہے اور بہت خوبصورتی سے اسے کیا گیا ہے اللہ کریم مترجم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

اس کتاب پر نظر ثانی کرنے اور پروف ریڈنگ کرنے کی سعادت مجھے نصیب ہوئی میں نے اسے متعدد مرتبہ پڑھا اور ہر دفعہ ایک نیا لطف حاصل ہوا۔ دعا ہے رب قدوس اسے جملہ اہل ایمان کیلئے باعث رشد و ہدایت بنائے۔ آمین ثم آمین

سیّد امتیاز حسین شیرازی

سرفرازی محمدی سیفی، ایم۔ اے

فاضل دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استاذ العلماء علامہ الحاج سعید احمد حیدری صاحب

چیف جسٹس سپریم کورٹ آف افغانستان

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

الحمدللہ کہ درین ایام پُرفتن جناب مفتی صاحب محمد عابد حسین سیفی خاطر رُشد سالکین کتاب مستطاب تصنیف قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ از فارسی بہ اردو ترجمہ نمودہ تا فائیدہ شان عام گردد خداوند کریم توفیق مزید برایش عطا فرماید ونفع شان برای طلاب کرام مزید فرماید واجرکم علی اللہ وسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

اخوکم فی اللہ

الحاج مولوی محمد سعید (حیدری)

سابق جسٹس سپریم کورٹ آف افغانستان

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استاذ العلماء شیخ الحدیث علامہ اخندزادہ محمد حمید جان صاحب

پرنسپل و شیخ الحدیث جامعہ سیفیہ باڑا شریف پشاور

الحمدالله وحده والسلام علیٰ من لا نبی بعده ، چونکہ کتاب ''ارشاد الطالبین'' یک کتاب عمدہ است اللہ تبارک وتعالیٰ برائے پیر صاحب محمد عابد حسین اجر جزیل بدھ کہ از فارسی با اُردو ترجمہ کردہ برائے مسلمانانِ خیرِ کثیر میشود اللہ پاک برائے مترجم خیر کثیر بدھ۔

حضرت علامہ مولانا مولوی حمید جان
پرنسپل و شیخ الحدیث
جامعہ سیفیہ باڑہ شریف پشاور

تقریظ

فاضلِ ذیشان صاحبزادہ صاحبِ مقام علامہ مولوی احمد سعید سیفی

مدرس جامعہ سیفیہ باڑا شریف پشاور

الحمدلله وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد

الحمدللہ اس دورِ پُرفتن میں متلاشیان حق کے لیے ایک گوہرِ نایاب متشکل "ارشاد الطالبین" موجود ہے۔ اگر کوئی بھی شخص تہہ دل سے اس کتاب نایاب کا مطالعہ کرلے تو کوئی وجہ نہیں کہ سالکین اور غیر سالکین دونوں کو ایک لامتناہی فوائد کا مجموعہ حاصل نہ ہو۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحبؒ کی تصنیف کردہ اس کتاب میں تصوف اور اہلِ تصوف کے کردار کے بارے میں خوبصورت وضاحتیں اور احکام موجود ہیں۔

اگر کوئی سالک اس کتاب کا مطالعہ کرکے عمل پیرا ہوجائے تو اس کو تصوف کی حقیقت اور وہ سرور حاصل ہوگا جو بیان سے باہر ہے۔ لیکن چونکہ مذکورہ کتاب بزبان فارسی ہے اس لیے عام آدمی یا اُردو بولنے والے حضرات اس کتاب سے کماحقہ فائدہ نہیں لے سکتے تھے۔

علامہ مفتی پیر محمد عابد حسین سیفی کی یہ کاوش ایک انتہائی گراں قدر خدمت ہے جو حضرت موصوف تمام متلاشیانِ حق کیلئے کررہے ہیں اور خصوصاً سالکین اور معتقدین سلسلہ نقشبندیہ پر ایک احسانِ عظیم ہے مترجم موصوف صاحب کا یہ ایک اور علمی کارنامہ ہے جو صدیوں یادرکھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ مترجم موصوف کی اس بے بہا خدمت کو قبول فرمائے اور تمام مستفیدین کے اجر میں سے مترجم موصوف کو بھی حصہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

فقط

قبلہ احمد سعید السیفی عرف یار صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ مصنف کے بارے میں

دنیائے علم وتصوف میں حضرت بحر علوم الظہریہ والباطنیہ شیخ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کا نام ایک آفتابِ درخشندہ کی طرح جانا جاتا ہے۔ آپ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے دینِ اسلام کی ترویج وترقی کے لیے اپنی بے حد خدمات سرانجام دیں۔ جو کہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی گئی ہیں۔

آپ کی ولادت پانی پت میں ہوئی اور ابتدائی تعلیم وہیں سے حاصل کی اور قرآنِ مجید بھی وہیں سے حفظ کیا اس کے بعد دہلی میں اس دور کے عظیم محدث ومفکر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے علمِ حدیث حاصل کیا۔ آپ استقدر بالغ ذہن کے مالک تھے کہ اٹھارہ سال کی عمر میں علومِ ظاہریہ سے سندِ فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد تزکیہ باطنی کی فکر ہوئی تو حضرت شیخ محمد عابد سنامی کے ہاتھ پر بیعت کی ان کی وفات کے بعد آپ نے اس دور کی عظیم علمی وروحانی شخصیت حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ کی دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ پھر ان کے زیرِ سایہ آپ نے وہ مقامات طے کیے کہ حضرت مرزاؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ

''میری نسبت اور ان کی نسبت علوِ مرتبہ میں مساوی ہیں لیکن عرض اور قوت میں مختلف وہ میرے ضمنی ہیں اور میں حضرت شیخ قدس سرہٗ کا ضمنی ہوں۔ جو فیض بھی مجھے پہنچا ہے وہ اس میں شریک ہیں ان کا دوست و دشمن میرا بھی دوست و دشمن ہے وہ ظاہری و باطنی کمالات کے ''اجتماع'' کی وجہ سے عزیز ترین موجودات میں سے ہیں'' (مقامات مظہری)

حضرت مرزا صاحبؒ قبلہ قاضی ثناء اللہ صاحبؒ سے بہت محبت فرماتے تھے اور آپ نے قاضی صاحبؒ کی تربیت روحانی میں کسی قسم کی کسر نہ اُٹھا رکھی تھی اور ان پر فخر کیا کرتے تھے اور فرماتے کہ ''اگر قیامت کے دن خدا نے مجھ سے پوچھا کہ تم میری درگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو تو میں عرض کروں گا کہ ''ثناء اللہ پانی پتی'' (مقامات مظہری)

حضرت مرزا صاحبؒ نے قاضی صاحب کو "علم الھدیٰ" کا لقب دے رکھا تھا۔ آپ کی ذات کمالات ظاہری اور باطنی سے متصف تھی آپ کے اوقات کار عبادات الٰہیہ سے معمور تھے۔ آپ روزانہ سو رکعت نماز پڑھا کرتے اور تہجد کی نماز میں ایک منزل قرآن پاک کی پڑھتے اور ہر قسم کے مشتبہات سے دور رہتے۔ آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ کے مقرب تھے۔ آپ کے علم وکمال تدبر وتفکر اور فقہ وحدیث پر دسترسِ کامل کی وجہ سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے آپ کو بیہقی وقت کا خطاب دیا تھا۔

آپ نے کتاب ہذا التصوف وسلوک کے مبتدیوں کے لیے رقم فرمائی اور بہت سی تصوف کی اصطلاحات کی تشریح فرمائی۔

اس کے علاوہ آپ نے بہت سے موضوعات پر کتب تحریر فرمائیں آپکے کارناموں میں سے تفسیر مظہری (جو دس جلدوں پر مشتمل ہے) ایک بہت بڑا کارنامہ ہے اور ایک بہت بڑا علمی خزانہ ہے اس کے علاوہ آپ نے فقہی مسائل پر ایک کتاب رقم فرمائی جو کہ مالا بد منہ کے نام سے مسمی ہے اس کتاب کو اسقدر پذیرائی ملی کہ مدارسِ اسلامیہ میں اب تک یہ کتاب پڑھائی جاتی ہے۔ حدیث پر آپ نے دو جلدوں میں "**کتاب مبسوط**" تحریر فرمائی اور اس کے علاوہ بے شمار موضوعات پر بے شمار رسائل رقم فرمائے۔ جن سے عوام وخواص استفادہ کر رہے ہیں۔

آپ یکم رجب المرجب ۱۲۲۵ء کو پانی پت میں اس دنیائے فانی سے واصلِ بحق ہوئے اور وہیں آپ کی تدفین عمل میں آئی آپ کا مزار آج بھی زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

کتاب ہذٰا التصوف وسلوک کے موضوع پر ایک بے بہا تحفہ ہے۔ عوام الناس کی اکثریت چونکہ فارسی سے ناواقف ہے اسلیے والد صاحب نے عوام کو اس کتاب کے فیوضات وبرکات سے فائدہ پہنچانے کے لیے اس کے ترجمہ پر قلم اٹھایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس سعی کو قبول فرمائے اور قبلہ والد صاحب کی عمر دراز فرمائے۔ اور صحتِ کاملہ عطا فرمائے اور اسی طرح دِین اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

صاحبزادہ حافظ عرفان اللہ الحنفی

متعلم دار العلوم محمدیہ غوثیہ لاہور

اللہ یجتبی الیہ من یشآء ویھدی الیہ من ینیب

بُستانُ السّالِکین

ترجمہ

ارشاد الطالبین

۱۹۱۰ء

تصنیف

بیہقی زمان رموز طریقت حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی مجددی نقشبندیؒ

ترجمہ مفسر قرآن حضرت علامہ مفتی پیر محمد عابد حسین سیفی

ناشر
مکتبہ شیرازی محمدی سیفی
محمدیہ سیفیہ ماڈل ٹاؤن اسلام آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰه رب العالمين ٥ الرحمن الرحيم ٥ ملك يوم الدين ٥ اياك نعبدو اياك نستعين ٥ اهدنا الصراط المستقيم ٥ صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضآلين ٥ اٰمين ٥ اللهم صل على محمد و علىٰ اٰل محمد كما صليت علےٰ ابراهيم وعلىٰ اٰل ابراهيم انك حميد مجيد ٥ اللهم بارك علىٰ محمد وعلىٰ اٰل محمد كما باركت علىٰ ابراهيم وعلىٰ اٰل ابراهيم انك حميد مجيد وسلام علىٰ الياسين والحمدلله رب العلمين ٥ اللهم انى اسئلك ماسئلك نبى الرحمة محمد صلى الله عليه وسلم اعوذبك مما استعاذبك نبيك النبى الامى صلے الله عليه وسلم۔ اللهم شرح لى صدرى و يسرلى امرى واحلل عقدة من لسانى يفقهوا قولى انت حسبى ونعم الوكيل نعم المولىٰ ونعم النصير ٥

بعد حمد وصلوۃ فقیر حقیر محمد ثناء اللہ پانی پتی موطناً عثمانی نسباً حنفی مذہباً نقشبندی مجددی مشرباً می گوید چون آرائے مردم متفاوت دیدہ ام بعضے۔ از انہا منکر ولایت اند وبعضے می گویند کہ اولیا بودند لیکن درین زمانہ فاسد کسے نیست بعضے در اولیاء اللہ عصمت خیال می کنند ومی دانند کہ اولیاء ہر چہ خواہند ہمان می شود و ہر چہ نخواہند معدوم گردد۔ واز قبو اولیا باین خیال مرادات خود طلب می کنند۔ وچون در اولیاء اللہ ومقربان درگاہ کہ زندہ اند این صفت نمی یابند از ولایت آنہا منکر می شوند واز فیوضِ آنہا محروم می مانند وبعضے از آنہا بر دست سفیہان و جاہلان کہ در اسلام وکفر ہم فرق نمی کنند

(اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے)

سب تعریفیں اللہ جل جلالہ کے لیے جو تمام جہانوں کا رب ہے نہایت مہربان رحم فرمانے والا ہے۔ مالک ہے بدلے کے دن کا۔ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ دکھا ہم کو سیدھا راستہ۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔ اے اللہ میری دعا قبول فرما۔ اے اللہ تو محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر رحمت فرما۔ بے شک تو تعریف کیا گیا عزت والا ہے۔ اے اللہ تو محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی۔ بے شک تو تعریف کیا گیا۔ بزرگ ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے وہ چیز مانگتا ہوں جو تیرے نبی ﷺ نے تجھ سے مانگی تھی اور میں پناہ مانگتا ہوں اس سے جس سے تیرے نبی امی ﷺ نے پناہ مانگی۔ اے اللہ میرے لیے میرا سینہ کھول دے اور میرے لیے میرا کام آسان فرما۔ اور میری زبان سے گرہ کھول دے تا کہ وہ سمجھیں میری بات کو اور تو میرے لیے کافی ہے اور تو کیا ہی اچھا کارساز ہے اور بہت اچھا مددگار ہے۔

حمد و صلوۃ کے بعد فقیر حقیر محمد ثناء اللہ جو وطناً پانی پتی، نسباً عثمانی، مذہباً حنفی اور مشرباً نقشبندی مجددی ہے عرض کرتا ہے کہ جب میں نے دیکھا کہ لوگوں کے خیالات میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے اس طرح کہ ان میں

۱۔ بعض ولایت کے منکر ہیں۔

۲۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلے کبھی اولیاء اللہ ہوا کرتے تھے لیکن اس فاسد زمانے میں کوئی بھی نہیں

۳۔ بعض اولیاء کے معصوم ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اولیاء جو کچھ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا۔ اور اسی خیال سے اولیاء اللہ کی قبروں سے اپنی مرادیں طلب کرتے ہیں اور جو وہ زندہ اولیاء اللہ اور مقربان خداوندی میں یہ صفت نہ پاتے تو ان کی ولایت کا انکار کر کے ان کی فیوض سے محروم رہتے ہیں۔

۴۔ بعض لوگ ایسے نادان اور جاہل پیروں کے ہاتھ پر بیعت کرتے یں جو اسلام اور کفر میں تمیز نہیں کر سکتے۔

وبعضے۔ از آنہا بسبب کلمات سکریہ شان وکلماتیکہ معنی ظاہری آن مراد نیست براولیاء اللہ انکار می کنند وتکفیر می نمایند۔ وبعضے۔ از آنہا کلمات سکریہ را حمل بر ظاہر کردہ ہمان اعتقاد ونمودہ عقائد حقہ کہ از قرآن وحدیث واجماع امت ثابت است آنرا از دست می دہند۔ وبعضے۔ بر علوم ظاہری اکتفا نمودہ از طلب طریقت تقاعد می کنند وبعضے۔ از آنہا در آداب اولیا وادائے حقوق شان تقصیر می کنند لہذا خاستم کہ کتابے موجز نویسم کہ مردم حقیقتِ ولایت دریابند واز افراط وتفریط وتقصیر تحاشی نمایند۔ درین باب کتابے بزبانِ عربی نوشتہ بودم مسمےٰ بہ ارشاد الطالبین چون بعضے یاران گفتند کہ چیزے بزبان فارسی باید نوشت تا فارسی خوانان ازان نفع گیرند۔ لہذا این رسالہ بزبان فارسی نوشتہ شد۔ این رسالہ بر پنج مقام تقسیم نمودہ شد۔ مقام اول، در اثبات ولایت وآنچہ بدان متعلق است۔ مقام دوم، در آداب کہ ناقصان و مریدان را می باید۔ مقام سوم، در آداب مرشدان مقام چہارم، در آداب ترقی وحصول ولایت۔ مقام پنجم، در رسیدن و رسانیدن بمراتب قربِ الٰہی۔

مقام اوّل

در اثبات ولایت وآنچہ بدان متعلق است۔

فصل در اثبات ولایت: بدان اسعدک اللہ تعالیٰ کہ چنانچہ در انسان کمالات ظاہری ہستند وآن اعتقادات صحیحہ موافق قرآن وحدیث واجماع اہل سنت وجماعت و اعمال صالح کہ اداء فرائض و واجبات وسنن ومستحبات وترک محرمات ومکروہات و مشتبہات وبدعات اند۔

ہمچنان در انسان دیگر کمالات باطنی می باشند در صحیح بخاری ومسلم از عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کردہ کہ مردے ناشناختہ نزدِ رسول کریم ﷺ آمدہ پرسید

۵۔ بعض لوگ اولیاء اللہ کے غلبہ سکر کی باتوں سے اور ان کلمات سے جن کے ظاہری معنی مراد نہیں ہوتے انکار کرتے ہیں اور ان پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

۶۔ بعض لوگ اولیاء اللہ کے غلبہ کی کیفیت (حالت سکر) کی باتوں کو ظاہری معنوں پر معمول کر کے انہیں کو اپنا عقیدہ بنا کر قرآن وحدیث اور اجماعِ امت سے جو عقائد ثابت ہیں، انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔

۷۔ بعض لوگ علوم ظاہری پر اکتفا کرتے ہوئے طریقت کے حصول میں سستی کرتے ہیں۔

۸۔ بعض لوگ اولیاء اللہ کے آداب (بجالانے) اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں۔

تو میں نے ارادہ کیا کہ اختصار سے ایک کتاب لکھوں جس سے لوگ ولایت کی حقیقت کو جان لیں اور اس سلسلے میں جو افراط وتفریط کا شکار ہیں اس کے گناہ سے بچیں۔ اس بارے میں میں نے ''ارشاد الطالبین'' کے نام سے ایک کتاب عربی زبان میں لکھی۔ لیکن جب کچھ دوستوں نے یہ فرمائش کی کہ کچھ فارسی زبان میں بھی لکھنا چاہیے تا کہ فارسی جاننے والے لوگ بھی اس سے فائدہ حاصل کر سکیں تو یہ رسالہ فارسی زبان میں لکھا گیا اور یہ رسالہ پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا۔

۱۔ مقام اول: ولایت کے ثبوت اور اس کے متعلقات کے بارے میں.
۲۔ مقام دوم: ان آداب کے بارے میں جو ناقصوں اور مریدوں کو لازم ہے
۳۔ مقام سوم: مرشدوں کے آداب کے بارے میں۔
۴۔ مقام چہارم: وہ آداب جو ترقی اور حصول ولایت کے بارے میں ہیں
۵۔ مقام پنجم: مراتب قربِ الٰہی تک پہنچنے اور پہنچانے کے بارے میں۔

مقام اوّل

ولایت کے ثبوت میں

جان لے کہ خدا تجھے سعادت عطا فرمائے کہ جس طرح انسان کے اندر کمالات ظاہری ہیں اور وہ صحیح اعتقادات، قرآن وحدیث اور اجماع اہل سنت وجماعت کے موافق اچھے اعمال، فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات کا ادا کرنا، حرام، مکروہ، مشتبہات اور بدعات کا ترک کرنا ہے اسی طرح انسان میں ایک اور قسم کے کمالات باطنی بھی ہیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عمر ابن خطابؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اجنبی شخص حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔

کہ اسلام چیست فرمود کلمہ شہادت و نماز و زکوۃ و روزہ ماہ رمضان و حج بشرطِ قدرت۔ گفت کہ راست گفتی پس تعجب کردیم کہ سوال می کند و تصدیق می نماید۔ پس از ایمان پرسید فرمود آنکہ ایمان آری بخدا و فرشتگان و کتابہا و رسولان و روزِ قیامت و آنکہ خیر و شر ہمہ بتقدیر الٰہی است۔ گفت راست گفتی۔ پستر پرسید کہ احسان چیست فرمود آنکہ عبادت کنی خدا را بوجہے کہ گویا او را می بینی و اگر تو او را نمی بینی بدانی کہ او ترا می بیند۔ پستر از قیامت پرسید فرمود کہ از تو زیادہ نمی دانم۔ پستر علامات قیامت پرسید و از ان نشان داد پستر فرمود کہ جبرئیل بود برائے آموختن دین شما آمدہ بود۔

ازین حدیث معلوم می شود کہ سوائے عقائد و اعمال کمالے دیگر است مسمّیٰ باحسان آنرا ولایت نام شد۔ صوفی را چون محبتِ الٰہی مستولی شود کہ در اصطلاح فنائے قلب گفتہ شود دل او بمشاہدہ محبوبِ حقیقی مستغرق و مستہلک می باشد و بغیر او متوجہ نمی شود۔ درین حالت خدا را نمی بیند کہ رویت او در دنیا عادۃً محال است لیکن صوفی را درین وقت حالتے است گویا کہ خدا را می بیند و پیش ازین حالت صوفی بہ تکلف خود را برین حال می دارد۔ و رسول کریم ازان حالت خبر داد کہ بدانی کہ خدا ترا می بیند۔

دلیل دیگر آنکہ رسول فرمود ﷺ کہ در بدنِ انسان پارۂ گوشت است کہ اگر او صالح شود تمام بدن صالح شود و اگر فاسد شود تمام بدن فاسد شود و آن دل است و شک نیست کہ صلاح دل کہ سبب صلاح بدن باشد آنرا صوفیہ فنائے قلب می گویند۔ چون در محبت الٰہی فانی شود و نفس در ہمسائیگی او متاثر شود و از امارگی باز ماند و حب فی اللہ و بغض فی اللہ کسب کند لاجرم تمام بدن مطیع و فرمانبردار شرع شود۔

اگر کسے گوید کہ صلاح قلب از ایمان و اعمال است لا غیر گفتہ شود کہ درحدیث صلاح قلب را سبب صلاح بدن فرمودہ و صلاح بدن عبارت است از اعمال صالح۔ پس صلاح قلب اگر مجرد ایمان را گفتہ شود مجرد ایمان غالباً بدون صلاح بدن ہم می باشد و اگر مجموعہ

کہ اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سچے دل سے) کلمہ شہادت پڑھنا، نماز پڑھنا، زکوۃ ادا کرنا، ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور طاقت ہو تو حج کرنا۔ اس نے عرض کی کہ آپ ﷺ نے صحیح فرمایا۔ تو ہم نے تعجب کیا کہ خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی تصدیق کرتا ہے پھر ایمان کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو خدا پر اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور رسولوں اور روزِ قیامت پر ایمان لائے۔ اور اس پر بھی ایمان رکھے کہ خیر و شر سب خدا کی تقدیر سے ہے۔ اس نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے صحیح فرمایا۔ پھر عرض کیا کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو خدا کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر تو اس کو نہیں دیکھتا تو یہ جان لے کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے اس کے بعد قیامت کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھ سے زیادہ نہیں جانتا۔ پھر قیامت کی نشانیوں کے متعلق پوچھا اور آپ ﷺ نے اس کی نشانیاں ارشاد فرمائیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے (ہم لوگوں سے) فرمایا کہ یہ جبرائیل علیہ السلام تھے جو تمہیں دین سکھانے کے لیے آئے تھے۔

”اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عقائد اور اعمال کے علاوہ احسان نامی ایک اور کمال بھی ہے جو ولایت کہلاتا ہے۔ صوفی پر جب محبت الٰہی غالب ہو جاتی ہے تو اس کو اصطلاح میں فنائے قلب کہا جاتا ہے تو اس کا دل محبوب حقیقی کے مشاہدے میں غرق اور محو ہو جاتا ہے اور اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ نہیں رہتا۔ اس حالت میں وہ خدا کو نہیں دیکھتا کیونکہ اس کو دنیا میں دیکھنا عادتاً مشکل ہے۔ لیکن صوفی پر اس وقت ایک ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ گویا خدا کو دیکھ رہا ہے اور اس کیفیت سے پہلے صوفی تکلف سے خود کو اس حالت میں رکھتا ہے اور رسول کریم ﷺ نے اسی حالت کی خبر دی ہے کہ تو یہ سمجھے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔“ دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ صحیح ہو جائے تو سارا بدن صحیح ہو جائے گا اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا بدن خراب ہو جائے گا اور وہ دل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دل کی اصلاح بدن کی اصلاح کی وجہ سے ہوتی ہے جس کو صوفیہ کرام فنائے قلب کہتے ہیں جب وہ محبت الٰہی میں فنا ہو جائے تو نفس اسکی محبت سے متاثر ہو کر سرکشی سے باز آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے لوگوں سے محبت اور بغض کو اپنا شعار بنالیتا ہے تو بے شک تمام جسم شریعت کا تابع اور فرمانبردار ہو جاتا ہے۔

”اگر کوئی یہ کہے کہ دل کی اصلاح تو ایمان اور اعمال سے ہوتی ہے تو بلاشبہ اس کا جواب یہ دینا چاہیے کہ حدیث شریف میں دل کی اصلاح کو جسم کی اصلاح کا سبب قرار دیا گیا ہے اور جسم کی اصلاح سے اچھے اعمال مراد ہیں کیونکہ اصلاحِ قلب اگر صرف ایمان کو قرار دیا جائے تو صرف ایمان بھی اصلاحِ بدن کے بغیر بھی پایا جاتا ہے۔

ایمان واعمال را اصلاح قلب گفتہ شود۔ پس آن را سبب صلاح بدن گفتن درست نباشد

دلیل سوم آنکہ اجماع منعقد است بر افضیلت صحابہ نہ بر غیر شان و در علم و عمل غیر صحابہ با صحابہ مشارکت دارند۔ و با این ہمہ رسول کریم فرمود کہ اگر دیگرے مثل جبل اُحد در راہِ خدا خرچ کند برابر نیم صاع جو کہ صحابہ در راہ خدا خرچ کردہ باشند نمی تواند شد۔

پس این نیست مگر از سبب کمال باطنی کہ بسبب صحبت پیغمبر خدا ﷺ باطنِ ایشان از باطنِ پیغمبر خدا مستنیر شدہ اگر اولیاءِ امت این دولت یافتند از صحبتِ پیران یافتند و بوساطت از باطن پیغمبر مستنیر شدند۔ و تفاوت میان این صحبت و آن صحبت ظاہر است۔ پس معلوم شد کہ سوائے کمالات ظاہری کمالے است باطنی کہ آن تفاوت درجات بسیار دارد۔ چنانچہ حدیث **قدسی** بر آن دلالت می کند کہ حق تعالےٰ می فرماید ہر کہ بمن یک وجب نزدیکی جوید من بوے یک گز نزدیکی جویم و ہر کہ بمن یک گز نزدیکی جوید من بوے یکباع کہ سہ نیم گز باشد نزدیکی جویم۔ و فرماید کہ بندہ ہمیشہ بمن نزدیکی جوید بعبادات نافلہ تا آنکہ من اورا دوست می دارم و چون اورا دوست می دارم بینائی و شنوائی و قدرت او من می شوم۔

”دلیل چہارم آنکہ جماعتے بے نہایت کہ اتفاق شان بر کذب عقل محال می داند و آں جماعتے بقسمے است کہ ہر ہر فرد شان بسبب تقویٰ و علم بقسمے است کہ تہمت کذب بروے روا نباشد۔ بزبان قلم و قلم زبان خبر می دہند کہ مارا بسبب صحبت مشائخ کہ سلسلہ صحبتِ شان برسول کریم ﷺ می رسد در باطن حالتے پیدا آمدہ سوائے عقائد و فقہ کہ قبل از صحبت شان بدان متحلّی بودند و ازین حالت کہ حاصل شدہ محبت باخدا و دوستان خدا و اعمال صالح و توفیقات حسنات و رسوخ در اعتقادات حقہ زندہ شدہ۔ و این حالت کہ البتہ کمال است موجب کمالات است۔

”دلیل پنجم خرق عادات است و این دلیل ضعیف است مگر اینکہ بانضمام تقویٰ

اور اگر ایمان اور اعمال کو جمع کر کے اصلاحِ قلب کہا جائے تو اس کو اصلاحِ بدن کی وجہ سمجھنا صحیح نہ ہوگا

”تیسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دوسرے تمام لوگوں سے افضل ہونے پر امت کا اجماع ہو چکا ہے اور علم و عمل میں تو دوسرے لوگ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شریک ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان صحابہ کرام کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی ان (صحابہ) کے علاوہ احد پہاڑ کے برابر سونا خداوند تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دے تو وہ ان کے نصف ساع (تقریباً ایک کلوگرام) کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ جو صحابہ کرام نے راہِ خدا میں خرچ کیا تھا۔ یہ فقط باطن کے کمال کی وجہ سے ہے کیونکہ انہوں نے پیغمبر خدا ﷺ کی صحبت اختیار کی اور پیغمبر خدا ﷺ کے باطن سے ان کا باطن روشن ہو گیا۔ اگر اولیائے امت نے یہ دولت حاصل کی ہے تو پیروں کی صحبت سے پائی ہے کیونکہ ان کے باطن پیغمبر خدا ﷺ کے باطن کے واسطے سے روشن ہوئے اور ان کی صحبت اور ان کی صحبت میں جو فرق ہے وہ واضح ہے تو معلوم ہوا کہ کمالات ظاہری کے سوا ایک کمال باطنی بھی ہے جس کے درجات میں بڑا فرق ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی اس پر دلالت کرتی ہے کہ حق جل جلالہ فرماتا ہے کہ جو شخص ایک بالشت میرے قریب ہونا چاہتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب آنا چاہتا ہوں اور جو ایک ہاتھ میرے قریب آنا چاہے تو میں دو ہاتھ کے برابر اس کے قریب آنا چاہتا ہوں اور فرمایا کہ بندہ ہمیشہ نفلی عبادت سے میرے نزدیک ہونا چاہتا ہے تاکہ میں اسے اپنا دوست بنالوں۔ اور جب میں اس کو اپنا دوست بنالیتا ہوں تو میں اس کی آنکھ اور کان بن جاتا ہوں بلکہ وہ بندہ میری قدرت کا مظہر بن جاتا ہے۔

”چوتھی دلیل یہ ہے کہ بہت سارے لوگوں کی ایک جماعت کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً محال ہے اور وہ اسی طرح کی جماعت ہے کہ اس کا ہر ایک فرد تقویٰ اور علم کے باعث ایسا درجہ رکھتا ہے اس پر جھوٹ کی تہمت لگانا جائز نہیں۔ زبان قلم سے اور قلم زبان سے خبر دیتی ہے اور ہمیں مشائخ کی صحبت کی وجہ سے جن کی صحبت کا سلسلہ رسول کریم ﷺ تک پہنچتا ہے۔ عقائد اور فقہ کے سوا جن سے وہ ان کی صحبت سے پہلے فیض یاب تھے، باطن میں ایک نئی کیفیت حاصل ہوئی اور اس حاصل شدہ کیفیت سے خدا تعالیٰ سے اور اس کے دوستوں سے محبت، اعمال صالحہ اور نیکیوں کو حاصل کرنے کی توفیق اور سچے عقائد اور پختہ ہو گئے ہیں اور یہ کیفیت جسے کمال چاہیے بہت سارے کمالات کا سبب ہے۔

”پانچویں دلیل خرق عادات کی ہے اور یہ دلیل ضعیف ہے مگر اتنی بات ضروری ہے کہ خرق عادات کا تقویٰ کے ساتھ مل جانے سے

از سحر ممتاز می شود و بر کمال دلالت دارد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل دوم: در تحقیق ولایت کہ آن چیست۔ بدان ارشدک اللہ تعالیٰ کہ حق تعالےٰ را با بندگان قرب است کہ قولہ تعالےٰ ﴿نحن اقرب الیہ من حبل الورید﴾ ما قریب تریم بسوے بندہ از رگِ گردن ﴿وھو معکم اینما کنتم﴾ حق تعالیٰ با شما است بہر جا کہ باشید بر آن دلالت دارد و قربے است با خواص بشر و ملائکہ قولہ تعالےٰ ﴿واسجد واقترب﴾ یعنی سجدہ کن و نزدیکی جو با خدا و قولہ علیہ السلام ﴿لا یزال عبدی یتقرب اِلَیّ بالنوافل حتیٰ احببتُہ﴾ ہمیشہ بندۂ من نزدیک می شود بسوے من بسبب نوافل تا آنکہ دوست می دارم او را بر آن دلالت می کند این قرب ثانی معبر است بولایت۔

''اول مراتبِ این قرب بنفسِ ایمان حاصل می شود قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْن﴾ یعنی اللہ دوست مسلمانان است لیکن معتد بہ انان آنست کہ بولایت خاصہ معبر است و ہمان مرتبہ محبوبیت است کہ در حدیث قدسی آمدہ ﴿لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احببتہ﴾ و آنرا مقامات و مدارج بے شمار است۔ چنانچہ ذات حق سبحانہ تعالیٰ بیچون و بیچگونہ است ﴿لیس کمثلہ شئی فی الذات ولا فی الصفات ولا فی شئی من الاعتبارات﴾ یعنی نیست مانند او تعالیٰ چیزے نہ در ذات و نہ در صفات و نہ در چیزے از اعتبارات۔ پس این ہر دو قرب ہم کہ نسبت درمیان خالق و خلق است نیز بیچون است مشابہ قرب زمانی و مکانی و دیگر انواع قرب نیست نہ در ذات و نہ در عرضیات۔

کنہ این قرب بعقل و حس مدرک نمی شود۔ اگر مدرک می شود مدرک می شود بعلمے موہوب مناسب علم حضوری۔ و ثابت است این ہر دو قرب با ماقطعیۃ کہ ایمان بدان واجب است۔ چنانچہ دیدن حق سبحانہ تعالےٰ بے جہت و بے مقابلہ رائی و مرئی از نصوص قطعیہ

اس میں اور جادو میں فرق ہو جاتا ہے جو کمال کی دلیل بن جاتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل دوم

ولایت کی تحقیق کہ وہ کیا ہے

جان لے اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت دے، کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بہت قریب ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے۔ ﴿نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡد﴾ ہم زیادہ قریب ہیں بندوں کے ان کی شہ رگ سے۔ اور یہ ارشاد کہ ﴿وَهُوَ مَعَكُمۡ اَیۡنَمَا كُنۡتُمۡ﴾ تم جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے” ایک قرب خاص ہے جو خاص بندوں اور فرشتوں کے لیے ہے جس کی دلیل اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ ﴿وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبۡ﴾ سجدہ کر اور خدا کا قرب مانگ اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔ ﴿لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احببته﴾ بندہ ہمیشہ نفلوں کی وجہ سے میرے نزدیک ہو جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں” یہ اس پر دلیل ہے اور اس دوسرے قرب کو ولایت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

“اس قرب کے پہلے مراتب نفسِ ایمان سے حاصل ہوتے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاللّٰهُ وَلِیُّ الۡمُؤۡمِنِیۡن “اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے” لیکن معتمد یہ ہے کہ جو ولایت خاصہ سے تعبیر کی گئی ہے اور یہی محبوبیت کا مرتبہ ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں بیان ہوا ﴿لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتّی احببته﴾ اس کے بہت سارے مقامات اور درجات ہیں۔ چنانچہ ذات حق سبحانہ تعالیٰ بے چون وبیچگون (یعنی بے مثل اور بے نظیر) ہے ﴿لیس کمثله شئی فی الذات ولا فی الصفات ولا فی شئی من الاعتبارات﴾ کوئی چیز بھی اس کی ذات میں یا صفات میں اور کسی اعتبار سے اس جیسی نہیں۔ پس یہ دونوں قرب بھی جو خالق اور مخلوق کے درمیان بطور نسبت قائم ہیں نیز بیچون ہیں جو قرب زمانی اور قرب مکانی کے مشابہ ہیں اور اسکے علاوہ کوئی قرب نہیں نہ ذات میں اور نہ طول وعرض مین۔ اس قرب کی بلندی عقل اور حس کے ذریعے معلوم نہیں ہو سکتی۔ اگر معلوم بھی ہوتی ہے تو اس علم کے واسطے سے ہوتی ہے جو خدا کی عنایت اور علم حضوری کے مناسب ہوتا ہے اور ان دونوں قربوں کا حاصل ہونا ثابت ہے جن پر ایمان لانا واجب ہے۔

چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ کا دیدار بلا جہت اس کے نظر کرنے والے میں نصوص قطعیہ

ثابت است نہ بعقل۔

سوال: ولایت عبارت است از نسبتے بے کیف کہ بندہ را است با خدا آنرا بلفظ قرب تسمیہ کردن چرا است۔

جواب این: مقدمہ موقوف است بر تمہید دو مقدمہ۔ مقدمہ اوّل آنکہ کشف و رویا ہر دو عبارت انداز انکہ صورت مثال در آئینہ خیال مرتسم می شود خواہ در خواب خواہ در بیداری و ہر قدر آئینہء خیال مصفا باشد کشف و رؤیا صالح و صادق بود۔ لہذا خواب پیغمبران وحی قطعی است کہ آنہا معصوم انداز خطا و خیالاتِ شان مصفا تر و باطن شان پاکیزہ تر است و رویاءِ اولیا غالباً صادق چرا کہا آنہا بدولتِ صحبتِ پیغمبران بے واسطہ یا بواسطہ و باتباع، شریعت صفاءِ خیالات و انجلائے باطن حاصل کردہ اند۔ مولوی روم می فرماید۔ ؎

؎ آن خیالاتیکہ دامِ اولیاست　　　عکس مہرویانِ بستانِ خداست

یعنی چون در بواطنِ اولیا شان، آئینہ فرعی است یعنی ذاتی نیست بسببِ متابعت انبیاء حاصل شدہ است۔ گاہے ظلمت اصلی ظاہری شود و آئینہ خیال مکدّر می گردد۔ پس در کشف و رؤیا خطا واقع می شود۔ واین تکدّر گاہے بارتکاب، محرم یا مشبہ یا بتجاوز از حد اعتدال یا بانعِکاس و اختلاط عوام می شود و رویائے عوام غالباً کاذب می باشد برائے ظلمتِ باطن شان۔

"مقدمہ دوم آنکہ در عالم مثال از واجب تا ممکن ہر چیز را مثال است اگرچہ ذات و صفات الٰہی را مثل نیست۔ مثل چیزے را گویند کہ ہمچو آن شے باشد و متصف باشد بصفاتِ او و این در ذات و صفاتِ الٰہی محال است۔ بخلاف مثال کہ آفتاب را مثال بادشاہ می گویند۔ حق تعالیٰ مثالِ نورِ خود فرمودہ ﴿مثل نورہ کمشکوٰۃٍ فیها مصباح﴾ یعنی نور الٰہی در دل مومن مانند نور چراغ در چراغدان است تا آخر او صاف و در حدیث خدائے تعالیٰ امثال فرمودہ ﴿سید بنی دارا وجعل فیها مادبۃً﴾ (الحدیث)

سے ثابت ہے نہ کہ عقل سے۔

سوال: ولایت سے مراد وہ بے کیف نسبت ہے جو بندے کو خدا کے ساتھ ہے اس کا نام قرب کس وجہ سے ہے؟

جواب: اس کا جواب دو مقدموں کے بیان پر موقوف ہے۔ پہلا مقدمہ یہ کہ کشف اور خواب دونوں کا مطلب یہ ہے جیسے کہ مثال کی صورت تصور کے آئینے میں منعکس ہو جاتی ہے چاہے خواب میں ہو یا بیداری میں۔ اور جس قدر خیال کا آئینہ صاف و شفاف ہوگا اسی قدر کشف اور خواب سچا ہوگا۔ اسی لیے پیغمبروں کا خواب وحی قطعی ہے کیونکہ وہ گناہوں سے معصوم ہیں۔ ان کے خیالات بہت مصفا اور ان کا باطن بہت پاکیزہ ہے۔ اور اولیاء کا خواب بھی زیادہ تر اس لیے صحیح ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے پیغمبروں کی صحبت سے بالواسطہ یا بلاواسطہ فیض حاصل کیا ہوتا ہے اور شریعت پر عمل کرنے کی وجہ سے خیالات کی صفائی اور باطن کو منور کیا ہوتا ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں

آن خیالاتیکہ دامِ اولیاست   عکس مہرویانِ بستان خداست

ترجمہ: اولیاء کرام کے جو پختہ خیالات ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے روشن احکامات کا عکس ہوتے ہیں

یعنی چونکہ ان اولیاء کے بواطن میں جو انبیاء کے باطن کا فروعی آئینہ ہے یعنی ذاتی نہیں ہے، انبیاء کی متابعت کی وجہ سے صفائی ہوئی ہے۔ کبھی اصلی تاریکی ظاہر ہوتی ہے اور خیال کا آئینہ مکدر ہو جاتا ہے جس کے سبب کشف اور خواب میں غلطی ہو جاتی ہے۔ اور کبھی یہ کدورت حرام یا مشتبہ امر کے واقع ہونے یا حد اعتدال سے بڑھ جانے یا عوام سے ملنے جلنے یا ان سے اثر لینے کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے اور عوام کا خواب باطنی اندھیرے کی وجہ سے عام طور پر جھوٹا ہوتا ہے۔

''دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ عالم مثال میں واجب سے لے کر ممکن تک ہر چیز کی مثال ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی کوئی مِثل نہیں۔ مِثل ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اس شے جیسی ہو اور اس کے اوصاف سے متصف ہو اور یہ بات اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات اور صفات میں محال ہے مثال کے برخلاف کہ سورج کو بادشاہ کی طرح کہہ دیں۔ حق تعالیٰ جل جلالہٗ نے اپنے نور کی مثال خود بیان فرمائی ہے۔ ﴿مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کا نور مومن کے دل میں اس چراغ کے نور کی طرح ہے جو چراغ دان میں رکھا ہو (الخ) اور حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کی مثال فرمائی گئی ہے۔

﴿سید بنیٰ داراً وجعل فیھا مادُبۃً﴾

ولہذا حق تعالےٰ را در خواب دیدن جائز است چنانچہ در حدیث آمدہ و یوسف علیہ السلام سالہائے قحط را بصورت گاؤہائے لاغر و سالہائے ارزانی را در صورت گاوہائے فربہ و بصورت خوشہ ہائے گندم دیدہ و در صحیح بخاری آمدہ کہ پیغمبر خدا فرمود کہ بخواب دیدم کہ مردم بر من می آیند بر ہر یک از انہا پیرِہن است بعضے را تا پستان و بعضے را فروتر از ان و عمرؓ بر من گذشت و پیرہن خود بر زمین کشید۔ مردم تاویل آن پرسیدند فرمود مراد ازین علم است۔ ازین احادیث و آیات معلوم شد کہ چیز یکہ بے مثل باشد و مادی نبود بخواب دیدن آن ممکن است و بنظر کشف در می آید۔

”چون این ہر دو مقدمہ دانستی پس بدانکہ آن بنسبت بیچون کہ آنرا بولایت تعبیر می کنند گاہے در نظر کشفی بصورت قرب جسمانی متمثل می شود۔ و ہر قدر کہ در آن قرب ترقی حاصل می شود بنظر کشفی می بیند کہ گویا سیر می کنم بسوے ذات او تعالےٰ یا بسوے صفتے از صفات او و را دنیا بر ہمیں صورت مثالی آن نسبت را بالقرب او تعالےٰ و آن ترقی را بسیر الی اللہ و سیر فی اللہ و سیر من اللہ و باللہ گفتہ می شود و اللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ: صوفیہ را بعد فنا رجوع نیست ہر کہ رجوع کردہ است پیش از فنا کردہ فقیر برین مسئلہ استدلال می کند بقولہ تعالیٰ ﴿وما کان اللہ لیضیع ایمانکم ان اللہ بالناس لرؤف الرحیم﴾ یعنی حق تعالیٰ ایمان شما ضائع نمی کند او سبحانہ بمردم مہربان است و رسول فرمودہ ﷺ کہ حق تعالی علم را باز نمی ستاند از بندگان لیکن علم را قبض خواہد کرد بقبض علما ازین معلوم می شود کہ حق تعالی ایمان حقیقی و علم باطنی را ہم قبض نخواہد کرد

مسئلہ: کمال تقویٰ حاصل نمی شود الا بولایت تا رزائل نفس از حسد و حقد و کبر و ریا و سمعہ وغیرہ بکلی زائل نشود کمال تقویٰ حاصل نمی شود۔ و این منوط بفنائے نفس است۔ و تا کہ محبوبیت حق بر غیر او تعالےٰ غالب نشود بلکہ محبت غیر او تعالی در دل او اصلا گنجایش نداشتہ باشد کمال ایمان و کمال تقویٰ دست نمی دہد۔ و این مربوط است بفناء قلب

''ایک سردار جس نے گھر بنایا اور اس میں ایک دعوت کا اہتمام کیا'' اس لیے حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا جائز ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قحط سالی کے دنوں کو لاغر گائیوں کی شکل میں اور ارزانی (خوشحالی) کے دنوں کو فربہ گائیوں اور گیہوں کے خوشوں کی صورت میں دیکھا تھا۔ اور صحیح بخاری شریف میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے خواب دیکھا کہ لوگ میرے پاس آرہے ہیں اور ان میں ہر ایک نے پیراہن پہنا ہوا ہے۔ بعض کا پیراہن پستان (یعنی سینے) تک اور بعض کا اس سے نیچے تک ہے۔ اور حضرت عمرؓ میرے پاس سے گزرے اور اپنا پیراہن زمین پر گھسیٹتے جارہے تھے۔ لوگوں نے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس سے مراد علم ہے۔ ان احادیث و آیات سے معلوم ہوا کہ جو چیز بے مثل ہو اور مادی نہ ہو اس کا خواب میں دیکھنا ممکن ہے اور کشف کی نظر سے دکھائی دے سکتی ہے۔

''جب تم ان دونوں مقدموں کو جان چکے ہو تو واضح ہوا کہ وہ بے مثل نسبت بھی جس کو ولایت سے موسوم کرتے ہیں کبھی کشف کی نظر میں جسمانی قرب کی شکل میں مثال بن جاتی ہے اور جس قدر اس قرب میں ترقی ہوتی جاتی ہے اسی قدر کشف کی نظر سے دکھائی دیتی ہے جیسے کہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کی طرف بڑھتا جارہا ہوں۔ اور اسی صورت مثالی جس کی وجہ اس نسبت کو قرب الٰہی اور اس ترقی کو سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ اور سیر من اللہ اور سیر باللہ کہا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

مسئلہ: صوفیا فنا کے بعد اپنی پہلی حالت پر نہیں آسکتے۔ اگر کوئی آیا ہے تو فنا سے پہلے آیا ہے۔ فقیر اس مسئلہ کے استدلال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کرتا ہے۔ ﴿وما کان اللّٰہ لیضیع ایمانکم ان اللّٰہ بالناس لرؤف الرحیم ٥﴾ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرتا بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے'' اور رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ بندوں سے علم واپس نہیں لے گا۔ لیکن علماء کے قبضے سے علم کو قبض کر لے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ ایمانِ حقیقی اور علمِ باطنی کو قبض نہیں کرے گا۔

مسئلہ: کمال تقویٰ صرف ولایت سے حاصل ہوتا ہے جب تک نفس کی بری عادتیں مثلاً حسد، تکبر، ریاکاری اور طلب شہرت وغیرہ پوری طرح زائل نہیں ہو جاتیں اس وقت تک کمال تقویٰ حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ فنائے نفس پر موقوف ہے اور جب تک حق تعالیٰ کی محبت غیر حق تعالیٰ کی محبت پر غالب نہ ہو بلکہ غیر اللہ کی محبت کے لیے دل میں قطعاً گنجائش ہی نہ رہے، کامل ایمان اور کمال تقویٰ حاصل نہیں ہوتا اور یہ قلب کے فنا ہونے سے مربوط ہے۔

که آنرا رسول کریم بصلاحِ قلب تعبیر فرموده ﴿فی الصحیحین: عن انس قال قال رسول اللّٰه ﷺ لا یومن احدکم حتیٰ اکونَ احب الیه من والده وولده والناس اجمعین﴾ یعنی ایمان کامل نمی شود تا که رسول الله ﷺ او رامحبوب تر نباشد از پدر و پسر و تمام مردم متفق علیه ﴿قال قال رسول الله ﷺ ثلث من کن فیه وجد بهن حلاوة الایمان من کان الله ورسوله احب الیه مما سواهما ومن احب عبداً لا یحبه الا للّٰه ومن یکره ان یعود فی الکفر بعد ان انقذه اللّٰه منه کمایکره ان یلقیٰ فی النار متفق علیه﴾ یعنی سه کس حلاوت ایمان می یابند کسیکه خدا ورسول نزد او از غیر شان محبوب تر باشند۔ و کسے که دوست ندارد کسے را مگر برائے خدا۔ و کسے که رجوع بکفر مکروه تر باشد نزد او از دخول در دوزخ یعنی مردم ایمان می آرند و عبادت می کنند بترس دوزخ واو کفر را از دوزخ مکروه تر داند یعنی عبادت خدا کند محض بنا بر محبت او نه بترس دوزخ و نه بطمع بهشت۔

”رابعه بصریه در دستے آب گرفت و در دستے آتش مردم گفتند کجا میروی گفت می روم تا آتش دوزخ فرونشانم و بهشت را بسوزانم تا مردم بترس دوزخ و طمع بهشت عبادت خدا نکنند۔ و رسول فرمود ﷺ ﴿اکرموا اصحابی﴾ یعنی گرامی دارید اصحابِ مرا و حق تعالیٰ می فرماید ﴿ان اکرمکم عندالله اتقٰکم﴾ یعنی بزرگ تر شما کسے است که متقی تر باشد و اجماع امت است که صحابه کرام اکرم خلق و اتقیٰ اند و این از انست که بشرف صحبت رسول ﷺ از همه اسبق در مقام ولایت آمدند۔

﴿قال اللّٰه تعالیٰ والسابقون الا ولون من المها جرین والا نصار﴾ یعنی سبقت کنندگانند در ایمان پیشی کنندگان در هجرت ﴿وقال اللّٰه تعالیٰ والسابقون السّابقون اُولٰئك المقرّبون﴾ یعنی پیشی کنندگان در ایمان پیشی کنندگان اند بسوئے خدا

جس کو رسول اللہ ﷺ نے اصلاح قلب سے تعبیر فرمایا ہے۔ صحیحین میں روایت ہے ﴿عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین ﴾ یعنی حضرت انسؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں اس کو اس کے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہوں" یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ ﴿قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث من کن فیہ وجد بھن حلاوۃ الایمان من کان اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما ومن احب عبداً لا یحبہ الا للہ ومن یکرہ ان یعوذ فی الکفر بعد ان انقذہ اللہ منہ کما یکرہ ان یلقیٰ فی النار۔ متفق علیہ ﴾ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی ایمان کا ذائقہ چکھتے ہیں کہ ایک وہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو دوسروں سے زیادہ محبوب جانے دوسرا وہ جو کسی کو دوست نہ رکھے مگر خدا کیلئے اور تیسرا وہ جس کے نزدیک کفر کی طرف رجوع کرنا دوزخ میں داخل ہونے سے کہیں زیادہ مکروہ ہو" یعنی عام لوگ دوزخ کے ڈر سے ایمان لاتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں جبکہ صحیح مومن کفر کو دوزخ سے زیادہ مکروہ جانتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت محض اس کی محبت میں کرتا ہے نہ کہ دوزخ کے ڈر یا بہشت کے لالچ میں

"حضرت رابعہ بصریؒ نے ایک ہاتھ میں پانی اور دوسرے میں آگ لی۔ لوگوں نے پوچھا کہاں جا رہی ہو؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں اس وجہ سے جا رہی ہوں کہ اس پانی سے جہنم کو بجھاؤں اور اس آگ سے بہشت کو جلا دوں تا کہ لوگ جہنم کے ڈر اور بہشت کے لالچ میں خدا کی عبادت نہ کریں۔ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا اکرموا اصحابی "یعنی میرے اصحابہ کی عزت کرو" اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ﴿ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ﴾ "یعنی بے شک تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے" اس بات پر تمام امت کا اجماع ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین تمام مخلوق سے افضل اور سب سے زیادہ متقی ہیں۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ رسول خدا ﷺ کی صحبت کی برکت کی وجہ سے سب سے پہلے مقام ولایت سے سرفراز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار ﴾ "سبقت لینے والے ایمان میں اور ہجرت میں مہاجرین اور انصار سے" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿والسابقون السابقون أُولئك المقربون ﴾ یعنی اور پہل کرنے والے ایمان میں اور پہل کرنے والے ہیں اللہ کی طرف اور

آنها جمله مقربان اند۔

مسئله: عبادت اولیاء را ثواب از دیگران زائد باشد۔ رسول خدا فرمود ﷺ اگر یکے از شما مثل کوهِ اُحد زر در راه خدا خرچ کند برابر یک سیر یا نیم سیر جو از صحابه مانباشد این حدیث در صحیحین از ابی سعید خدری روایت کرده و سرِ این سخن آنست که عالم بتمامه ظل است مر دائره ظلال را چنانچه بیان کرده خواهد شد انشاء اللّٰه تعالیٰ و چون صوفی در سیر و ترقی بدائره ظلال رسید و دران فانی و مستهلک شد قربے که دائره ظلال را با جناب الٰهی بود آن قرب این صوفی را حاصل شد و تمام عالم بجائے ظل این صوفی شد و صفات جهانیان و عبادات شان گویا ظل صفات و عبادات این صوفی شدند۔ پس هر قدر که تفاوت در ظل و اصل باشد آنقدر تفاوت در عبادت ولی و غیر ولی خواهد بود۔ صوفی در ترقی است دائما ﴿ ومن استوی یوماه فهو مغبون ﴾ پس در هر وقت حاصل می شود صوفی را از مراتب مرتبه که بهتر باشد از جمیع مراتب سابقه مولوی روم می فرماید:

؎ سیر زاهد هر شبے یک روزه راه　　سیر عارف هر دمے تا تخت شاه

حجت درین مسله حدیث عبید بن خالد است که نبی ﷺ برادر ساخت دو کس را از صحابهؓ یکے از انها در راهِ خدا کشته شد، پستر دوم از انها بعد هفته یا مانند آن مرد۔ پس مردم بر جنازه او نماز خواندند۔ رسول ﷺ فرمود در حق این مرده چه دعا کردند۔ گفتم دعا کردیم برائے او آنکه حق تعالی او را به بخشد و با یار او ملحق سازد۔ فرمود آنحضرت ﷺ پس نماز او که بعد شهادت او خانده و عملهائے که بعد او کرده کجا خواهند رفت هر آئینه درمیان این هر دو صحابه تفاوت زیاده است از انکه در زمین و آسمان باشد۔ روایت کرد این حدیث را ابوداؤد و نسائی و سر همان است که گفته شد که هر نقطه فوقانی از قرب بمنزله اصل است نقاط تحتانی را۔ و نقاط تحتانی بمنزله ظل وے اند۔ پس در هر وقت که نقطه فوقانی حاصل شده از جمیع نقاط تحتانی بهتر است که ظل در مقابله اصل چه رو دارد۔

یہی لوگ مقرب ہیں۔

مسئلہ: اولیاء اللہ کی عبادت کا اجر دوسروں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے تو وہ میرے صحابہ کرامؓ کے ایک سیر جو کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ اس حدیث کو صحیحین میں حضرت ابوسعید خدریؓ نے روایت کیا۔ اس بات میں راز یہ ہے کہ تمام عالم ظل (سایہ) ہے۔ اور ظلال کے دائرہ کو ان شاء اللہ بیان کریں گے۔ اور صوفی جب سیر کی ترقی دائرہ ظلال تک پہنچ کر اس میں فنا حاصل کر لیتا ہے تو جو قرب دائرہ ظلال کو خدا کے ساتھ ہوتا ہے اس کو صوفی حاصل کر لیتا ہے اور تمام عالم گویا اس صوفی کا ظل ہو جاتا ہے اور اہل جہان کی صفات و عبادت گویا اس صوفی کی صفات و عبادت کا سایہ بن جاتی ہیں، پس جو فرق اصل اور سایہ میں ہوتا ہے وہی فرق ولی اور غیر ولی کی عبادت میں ہوگا۔ صوفی ہر وقت ترقی کرتا ہے۔ ﴿ومن استوی یوماہ فھو مغبون﴾ "اور جو شخص ایک دن بھی اسی مرتبہ پر رہے وہ نقصان میں رہا" پس صوفی کو ہر وقت مراتب ملتے رہتے ہیں جو کہ پہلے مراتب سے بہتر اور اعلیٰ ہوتے ہیں۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔ ؎ سیرِ زاہد ہر شبے یک روزہ راہ سیرِ عارف ہر دمے تا تختِ شاہ

ترجمہ: زاہد تو ہر رات صرف ایک دن کا سفر طے کرتا ہے جبکہ عارف ایک ہی سانس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جا پہنچتا ہے"

اس مسئلہ کے لیے دلیل عبید بن خالد والی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ میں سے دو کو آپس میں بھائی بنا دیا۔ ان میں سے ایک صحابی خدا کی راہ میں شہید ہو گئے۔ اور دوسرے صحابی بھی چند دنوں کے بعد فوت ہو گئے۔ لوگوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس مرد کے حق میں کیا دعا کی گئی ہے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کے حق میں اس طرح دعا کی گئی تھی کہ اے اللہ اس کو بخش دے اور اس کو اپنے ساتھی کے ساتھ ملا دے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تو اس کی وہ نماز جو اس نے اس کی شہادت کے بعد پڑھی ہے اور جو عمل اس کے بعد کیے ہیں کس جگہ جائیں گے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دونوں صحابیوں کے درمیان زمین و آسمان سے زیادہ فرق ہے۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی شریف نے روایت کیا۔ اور راز اس میں وہی ہے جو پہلے ذکر کیا گیا کہ قرب کے لحاظ سے اوپر کا ایک نقطہ ہر ایک نیچے والے نقطہ کے لیے بمنزلہ اصل کے ہے اور نیچے کے تمام نقطے اس کے سایہ کے بمنزلہ ہیں۔ پس جب اوپر کا ایک نقطہ حاصل ہو جائے تو وہ نیچے کے تمام نقطوں سے بہتر ہے کیونکہ سایہ اصل کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔

مسئلہ: ہر ولی کہ اقرب باشد بسوئے خدائے تعالیٰ ثواب عبادت او زاید باشد از عبادت دیگر اولیا کہ در مرتبہ پائین تر اند ازان ۔ ازین راز عائشہؓ روایت می کنند کہ در شبے کہ ستارگان ظاہر و گنجان بنظر می آمدند رسول کریم ﷺ نزد من بودند۔ گفتم یا رسول اللہ ایا باشد کسیکہ حسنات اُو مثل این ستارگان باشند فرمود آرے عمر است گفتم کہ حسنات ابی بکر چسان باشند۔ فرمود کہ تمام حسنات عمر مثل یک حسنہ باشد از حسنات ابی بکر۔ اے برادر وقتیکہ باوجود مشارکت خلیفین در جمیع متعلقات بسبب رفعت منزل این قسم تفاوت آمد۔ پس در مرتبہ شخصے کے بمرتبہ صفات رسیدہ باشد و دیگرے در دائرہ ظلال باشد چہ قدر تفاوت باید فہمید۔

فصل در خوارق عادات: خرق عادت بر چند قسم است یکے ازان جملہ کشف است و کشف بر دو گونہ است:

(۱) **یکے کشف کونی** کہ احوال موجودات کہ از نظر غائب باشند بروے ظاہر شود و احوال موجودات زمان ماضی یا مستقبل بروے ہویدا گردد۔ بیہقی از ابن عمرؓ روایت کردہ کہ عمر بن خطابؓ لشکر برائے جہاد فرستاد و امیر ساخت مردے را بر آنہا کہ ساریہ نام داشت۔ روئے عمرؓ خطبہ میخواند درین خطبہ آواز کرد کہ اے ساریہ از جانبِ کوہ ہوشیار باش۔ در کوہ کفار کمین کردہ بودند حضرت عمر را بنظر در آمدند و او از مراحل کثیرہ ساریہ را بران مطلع ساخت۔

(۲) ”دوم کشفِ الٰہی و آن عبارت است از یافتن احوال خود و احوالِ دیگر سالکان در سلوک طریق در یافتن مرتبہ قرب ہر یکے بخدا تعالیٰ و علوم کہ بذات و صفاتِ حق تعالیٰ متعلق شود ازین قبیل است اگر در عالم مثال بنظر کشفی بیند۔

دیگر ازان جملہ الہام است کہ حق تعالیٰ در قلبِ صوفی علمے القا فرماید و کلامِ ہاتف ہم ازیں قبیل است۔ و فرق درمیان الہام و وسوسہ آنست کہ از الہام قلب صوفی اطمینان

مسئلہ: ہر وہ ولی جو خدا کی بارگاہ میں زیادہ مقرب ہے اس کی عبادت کا ثواب بھی دوسرے اولیاء کرام، جو اس سے کم مرتبہ ہوتے ہیں، کی عبادت سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس میں یہی راز ہے کہ ''اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت فرماتی ہیں کہ ایک رات ستارے بہت زیادہ چمکدار اور گھنے نظر آ رہے تھے۔ رسول کریم میرے پاس تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کی نیکیاں ان ستاروں کے برابر ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! عمرؓ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ابوبکرؓ کی نیکیاں کتنی ہوں گی تو فرمایا عمرؓ کی تمام نیکیاں ابوبکرؓ کی ایک نیکی کے برابر ہوں گی۔ تو اے بھائی جب دونوں خلفائے راشدہ کی تمام معاملات میں شرکت کے باوجود ان کی منزلوں کی بلندیوں میں اس قدر فرق ہے تو اس شخص کے مرتبے میں جو صفات کے رتبہ پر پہنچا ہو اور دوسرا شخص جو دائرہ ظلال میں ہو کس قدر فرق ہے سمجھ لینا چاہیے۔

فصل سوم

خوارق عادات کا بیان

خرق عادات کی کئی اقسام ہیں۔ ان میں ایک کشف ہے اور کشف کی دو قسمیں ہیں۔

اوّل کشف کونی ہے۔ کہ موجودات کے احوال جو نظروں سے غائب ہوں ظاہر ہو جائیں اور موجودات کے زمانہ ماضی یا مستقبل کے احوال معلوم ہو جائیں بیہقی شریف میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے جہاد کے لیے لشکر روانہ کیا اور حضرت ساریہؓ کو ان کا سالار مقرر فرمایا ایک دن حضرت عمرؓ خطبہ فرما رہے تھے۔ عین خطبہ کے دوران آواز دی کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے ہوشیار ہو جاؤ پہاڑ میں کفار گھات لگائے بیٹھے تھے جو حضرت عمرؓ کو نظر آ گئے اور بہت دور سے ساریہ کو اس کی اطلاع دی گئی

دوم کشف الٰہی ہے۔ اس سے طریق سلوک میں اپنے اور دوسرے سالکوں کے حالات کو معلوم کرنا، خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر ایک کے مرتبہ قرب کو جاننا مراد ہے۔ اور وہ علوم جو خداوند تعالیٰ کی ذات صفات سے تعلق رکھتے ہیں اسی قبیل سے ہیں۔ اگر عالم مثال میں کشفی نظر سے دیکھا جائے۔

دوسری تمام قسمیں الہام ہیں جو اللہ تعالیٰ صوفی کے دل پر علم القاء فرماتا ہے اور ہاتف کا کلام اسی قبیل سے ہے۔ الہام اور وسوسہ میں فرق یہ ہے کہ الہام سے صوفی کا دل اطمینان

می پذیرد ویقین می آرد۔ ووسوسہ را قلب سلیم انکار میکند۔ رسول خدا فرمود ﷺ ﴿اِسۡتَفۡتِ قَلۡبَكَ وَاِنۡ اَفۡتَاكَ الۡمُفۡتُوۡنَ﴾ یعنی فتویٰ پُرس از دلِ خود اگر چہ فتویٰ دہند ترا مفتیان یعنی اگر چہ علمائے ظاہر فتویٰ بر حلال بودن چیزے دہند صوفی را باید کہ از دلِ خود فتویٰ جوید۔ قلب صوفی از حرام بالطبع نفرت می کند اگر چہ باعتبار ظاہر علما آنرا مباح گویند۔ این را بخاری از وابصہ در تاریخ بسندی حسن روایت کردہ وفرمود ﴿اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله﴾ یعنی بترسید از دانش مومن کامل بدرستی کہ او می بیند بنور خدائے تعالیٰ کہ در دل اوست۔ این حدیث را ترمذی از ابی سعید وطبرانی وابن عدی از ابی امامہ روایت کردہ۔

”دیگر ازان جملہ تاثیر است و این بر دو گونہ است۔ یکے آنکہ تاثیر کند در باطنِ مرید واورا جذب کند بسوئے حق جل وعلا۔ دوم تاثیر در عالم کون ومکان کہ حق تعالیٰ موافق دعائے او وارادۂ او بظہور آرد۔ حضرت ذکریا علیہ السلام ہر گاہ کہ نزد مریم می رفت رزقے نزد او از غیب می یافت آں از ہمیں قبیل است۔ این ہمہ از اقسام خرق عادات از اصحاب واولیاء امت مروی ست۔

مسئلہ: کشف اولیا والہام شان موجب علم ظنی است واگر کشف دو کس باہم متفق شود ظن غالب شود۔ ابوداؤد وترمذی وابن ماجہ ودارمی از عبداللہ بن زید روایت کردہ کہ رسول اللہ ﷺ ناقوس طلب فرمود تا مردم بدان برائے نماز جمع شوند بخواب دیدم کہ مردے ناقوس بدست دارد۔ گفتم اے بندہ خدا ناقوس می فروشی گفت چہ خواہی گفتم برائے نماز مردم را خواہم طلبید۔ گفت بہتر ازین بیاموزم بگو اللہ اکبر از اذان بیاموخت۔ چون صبح شد این خواب بحضرت رسول خدا ﷺ عرض کردم فرمود کہ این خواب حق است انشاء اللہ تعالیٰ برخیز یا بلال واو را بیاموز۔ پس

پکڑتا ہے۔ اور اس کو یقین ہو جاتا ہے جبکہ وسوسہ سے قلب سلیم انکار کر دیتا ہے۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ﴿استفت قلبك وان افتاك المفتون﴾ ''یعنی اپنے دل سے فتویٰ حاصل کر گو مفتی بھی تجھے فتویٰ دے دیں'' اگرچہ علمائے ظاہر یک چیز کے حلال ہونے پر فتویٰ دے دیں مگر صوفی کے لیے ضروری ہے کہ اپنے دل سے بھی فتویٰ حاصل کرے۔ کیونکہ صوفی کا دل حرام سے طبیعتاً نفرت کرتا ہے اگرچہ علماء ظاہرا طور پر اس کو مباح قرار دیں۔ اس حدیث کو امام بخاری نے باب التاریخ میں وابصہ سے بسند حسن روایت کیا ہے اور فرمایا ہے ﴿اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله﴾ ''یعنی مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے جو کہ اس کے دل میں ہے'' اس حدیث کو امام ترمذی نے ابوسعید اور طبرانی اور ابن عدی نے ابوامامہ سے روایت کیا ہے۔

تاثیر: ''انہی قسموں میں ایک تاثیر ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو مرید کے باطن میں تاثیر کرے اور اس کو حق تعالیٰ کی جانب جذب کرے۔ دوسری تاثیر عالم کون و مکان میں کہ حق تعالیٰ اس کی دعا اور اس کے ارادے کے مطابق ظہور میں لائے۔

حضرت ذکریہ علیہ السلام جب حضرت مریمؑ کے پاس تشریف لے جاتے تو ان کے پاس غیب سے رزق پاتے۔ وہ اسی قبیل سے ہے۔ خرق عادات کی یہ تمام اقسام اصحاب اور اولیائے اُمت سے مروی ہیں۔

مسئلہ: اولیاء کا کشف اور ان کا الہام علم ظنی کے سبب سے ہوتا ہے۔ اگر دو آدمیوں کے کشف کا اتفاق ہو جائے تو ظن غالب ہو گا۔ ابوداؤد ترمذی، ابن ماجہ، اور دارمی نے عبداللہ بن زید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ناقوس طلب فرمایا تا کہ لوگ اس کی وجہ سے نماز کے لیے جمع ہو جائیں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی کے ہاتھ میں ناقوس ہے۔ میں نے کہا اے بندۂ خدا کیا یہ ناقوس بیچے گا۔ اس نے پوچھا تو اسے کیا کرے گا۔ میں نے جواب دیا لوگوں کو نماز کے لیے بلاؤں گا۔ اس نے کہا میں تجھے اس سے بہتر چیز سکھاتا ہوں اور کہہ اللہ اکبر اور اذان سکھا دی۔ جب صبح ہوئی تو میں نے یہ خواب حضور پاک ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ خواب حق ہے بلال کو اٹھاؤ اور اس کو سکھا دو۔ پس میں نے بلال کو سکھا دیا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا: فللّٰه الحمد۔ پس

من بلال را بیاموختم پس عمرؓ آمد و گفت یارسول اللہ من ہم اینچنین دیدم رسول اللہ فرمود فللّٰہ الحمد۔ پس عمل کردن موافق کشف والہام جائز است اگر مخالف قرآن وحدیث و اجماع وقیاسِ صحیح نباشد۔

بیہقی از عایشہؓ روایت کردہ کہ چون صحابہ پیغمبر خدا ﷺ رابعد وفات غسل دارند باہم گفتند کہ پیغمبر علیہ السلام را برہنہ کنیم یا در پارچہ او غسل دہیم۔ درین باب اختلاف کردند۔ حق تعالیٰ برانہا خواب انداخت ہمہ شان بہ پینک رفتند درخواب آوازے شنیدند کہ پیغمبر خدارا در پارچہ غسل دہند پس ہمہ شان برخاستند پس غسل دادند در پیرِہن او و بالائے قمیص می مالیدند اورا۔

مسئلہ: اگر کشف والہام مخالف حدیث احاد یا مخالف قیاسی باشد کہ جامع باشد شرائط قیاس را آنجا حدیث وقیاس را ترجیح باید داد و حکم باید کرد بخطا در کشف۔ و این مسئلہ مجمع علیہ است درمیان سلف وخلف چراکہ قول رسول اللہ ﷺ حجتے قطعی است واحتمال کذب ونسیان در روایت ثقات ضعیف است و در کشف اولیا خطا بیشتر واقع می شود و وقتیکہ درمیان دو کشف اختلاف واقع می شود پس ہر کدام کہ شرع موید او باشد اولیٰ است بقبول و اگر شرع ازان ساکت باشد۔ پس صاحب ہر دو کشف اگر یک شخص است پس کشف اخیر او اولے و مقبول است چراکہ صوفی دائماً در ترقی است پس صاحب کشف در زمان اخیر اقرب است بسوئے خدائے تعالیٰ و مثل است بانبیاء و اگر صاحب کشف دو کس باشند پس کشف صاحب صحو اولیٰ است از کشف صاحب سکر چراکہ کلام سکران بسیار احتمال غلط دارد و اگر ہر دو در سحو سکر یکسان باشند پس کسے کہ کشف او گاہے مخالف شرع نشدہ باشد از کشف آنکس بہتر است کہ نادراً کشف او مخالفِ شرع افتادہ باشد و کسے را کہ نادراً مخالف شرع افتادہ باشد کشف او بہتر است از کشف کسے کہ غالباً مخالف افتادہ باشد و اگر دریں ہر دو برابر اند پس ترجیح کشف کسے

معلوم ہوا کہ کشف والہام کے موافق عمل کرنا جائز ہے بشرطیکہ قرآن وحدیث، اجماع اور قیاس صحیح کے خلاف نہ ہو۔

بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ جب صحابہ کرام، پیغمبر خدا ﷺ کو وفات کے بعد غسل دینے لگے تو آپس میں کہنے لگے کہ حضور پاک ﷺ کو ننگے جسم غسل دیں یا کپڑا ڈال کر۔ اس بارے میں اختلاف ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر خواب مسلط کر دیا وہ سب کے سب سو گئے۔ انہوں نے خواب میں آواز سنی کہ پیغمبر خدا ﷺ کو کپڑے میں غسل دیں۔ وہ تمام اٹھے اور حضور پاک ﷺ کو پیراہن میں غسل دیا اور انہیں قمیض کے اوپر سے ملتے رہے۔

مسئلہ: اگر کشف والہام مخالف حدیث احاد یا قیاس ہو جو شرائط قیاس کو بھی جامع ہوں، وہاں حدیث اور قیاس کو ترجیح دینی چاہیے اور یہ حکم دینا چاہیے کہ کشف میں خطا واقع ہوئی ہے اور یہ مسئلہ متفق علیہ اور مجمع علیہ ہے۔ بزرگوں کے درمیان میں کیونکہ رسول پاک ﷺ کا ارشاد حجت قطعی ہے۔ جھوٹ اور بھول جانے کا احتمال موثق راویوں کی روایت میں ضعیف ہے اور کشف اولیاء میں خطا زیادہ واقع ہوئی ہے جب کبھی دو کشفوں کے درمیان اختلاف واقع ہو تو شرع جس کی مدد کرے گی۔ وہ قبول کرنے میں بہتر ہو گا اگر شرع خاموش ہو۔ اگر ایک ہی شخص دو کشف کرتا ہے تو اس کا آخیر کشف بہتر اور مقبول ہے کیونکہ صوفی ہمیشہ ترقی میں رہتا ہے اور صاحب کشف آخیر وقت میں اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور انبیاء کی طرح ہوتا ہے اگر کشف والے دو شخص ہوں تو ان میں صاحب صحو کا کشف بہتر ہو گا بنسبت صاحب سکر کے کیونکہ سکران والوں کے کلام میں غلطی کا احتمال زیادہ ہوتا ہے اگر صحو وسکر میں دونوں ہی برابر ہوں تو اس شخص کا کشف جو کبھی بھی شرع کے خلاف نہ ہو بہتر ہو گا اس کشف سے جو کبھی مخالف شروع ہو جائے اور جس کسی کا کشف کبھی کبھی مخالف شرع ہو اس کشف سے بہتر ہے جو زیادہ تر مخالف شرع ہو۔ اور اگر اس میں بھی دونوں برابر ہوں تو اسکے کشف

راست کہ منزلت او اقرب است بخدائے تعالیٰ این ہمہ وجوہ قوت کشف اند و اگر ہر دو کشف در قوت برابر باشند ترجیح بکثرت اصحابِ کشف است۔ اگر یک کشف بردہ کس منکشف شود و دیگر کشف بر یک مرد منکشف شدہ کشف دہ کس اولے و مقبول است لیکن اگر صاحب کشف مردے اقویٰ باشد کشف اقویٰ بہتر باشد از کشف جماعت۔ و حکم الہام ہم ہمچو حکم کشف اہست۔

کشف مجدد الف ثانیؒ کا مرتبہ

علو مرتبہ کشفہائے مجدد الف ثانیؒ دریافت باید نمود کہ از سرچشمہ صحو سرزدہ وگاہے مخالف شرع نیفتادہ بلکہ بیشتر را شرع موید است و بعضے چنانست کہ شرع ازان ساکت است و مرتبہ او در اولیاء مثل مرتبہ اولی العزم است در انبیاء چنانچہ مذکور کردہ شود انشاء اللہ تعالیٰ و این ہمہ امور بر کسے کہ در کلام او بنظر انصاف بیند مخفی نمی ماند اگر کسے گوید کہ ایشاں دعوے کمالات نبوت وغیرہ آن کردہ اند و آنکہ از بقیہ طینت نبی ﷺ مخلوق شدہ و آنکہ او مجدد الف ثانی است جواب رادہ شود کہ وجود این امور در فردے از امت نبی ﷺ از شرع ثابت است چنانچہ بیان کنم انشاء اللہ تعالیٰ پس بودن متصف باین کمالات ثابت شدہ بکشف و اتباعِ کشف مخالف شرع نیست۔

فائدہ: بدان اسعدک اللہ تعالیٰ کہ خرق عادات از لوازم ولایت نیست بعضے مردان اولیاء اللہ اند و مقربان بارگاہ و خرق عادات از تہا ظاہر نشدہ چنانچہ از اکثر اصحاب رسول ﷺ خرق عادات مروی نیست۔ حال آنکہ ادنے اصحاب از دیگر اولیاء اللہ افضل اند۔ پس معلوم شد کہ فضیلت بعضے اولیاء بر بعضے بکثرتِ خوارق نیست چہ فضل عبادتست از کثرت ثواب و خوارق از حظوظ است مناط ثواب نیست مگر عبادت و قرب الٰہی ولہذا محدثین کرامات اصحاب را در مناقب ذکر نکردہ اند بلکہ کرامات را بابے علیحدہ آوردہ اند بعد ذکر معجزات خرق عادات در جوگیان

کو ترجیح دی جائے گی۔ جس کی قدر و منزلت اور قرب اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ ہو گی۔ یہ تمام وجوہ قوتِ کشف کی ہیں۔ اگر دونوں منکشف قوت میں برابر ہوں تو زیادہ کشف والے کو ترجیح ہو گی۔ اگر ایک کشف دس آدمیوں پر ہو جائے اور دوسرا ایک آدمی پر ہو تو دس آدمیوں والا کشف زیادہ بہتر اور مقبول ہے۔ لیکن اگر صاحبِ کشف زیادہ قوی مرد ہے۔ تو جماعت کے کشف کی نسبت وہ قوی کشف بہتر ہو گا۔ الہام کا حکم بھی کشف کے حکم کی طرح ہے۔

مجدد الف ثانیؒ کے کشف کا مرتبہ

کشف ہائے مجدد الف ثانیؒ کے رُتبہ کی بلندی کو معلوم کرنا چاہیے جن کی بنیاد صحو پر ہے اور کبھی شرع کی مخالف نہیں ہوتی۔ بلکہ زیادہ تر کی شرع مقدس موید ہے اور بعض جگہ اگر شرع خاموش ہے تو ان کی مثال اولیاء کرام میں ایسے ہے جیسے انبیاء کرام میں کوئی اولی العزم نبی۔ جس کا ذکر ان شاء اللہ کیا جائے گا۔ اور یہ تمام چیزیں اس شخص پر مخفی نہیں رہیں گی۔ جو انصاف کی نظر سے ان کے کلام کو دیکھے گا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ انہوں نے کمالات نبوت وغیرہ کا دعویٰ کیا ہے اور جو کہ نبی پاک ﷺ کی طینت پاک سے خلق ہوئے ہیں اور وہ مجدد الف ثانی ہے تو جواب یہ ہے کہ ایسے امور کا وجود حضور نبی پاک ﷺ کی امت میں سے کسی فرد میں ہونا شرع مقدس سے ثابت ہے۔ چنانچہ اس کو میں آگے ان شاء اللہ بیان کروں گا۔ پس ایسے کمالات سے متصف ہونا کشف سے ثابت ہے اور کشف کی اتباع شرع کیخلاف نہیں ہے۔

فائدہ: جان لو (اللہ تعالیٰ تمہیں سعادت بخشے) کہ خرق عادات ولایت کے لوازمات میں سے نہیں ہے۔ کچھ اولیاء کرام اور مقربان بارگاہ الٰہی ایسے بھی ہیں جن سے خرق عادات ظاہر نہیں۔ اسی لیے اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے خرق عادات مروی نہیں ہے۔ حالانکہ ایک ادنیٰ صحابی بھی تمام اولیاء کرام سے افضل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ بعض اولیاء کرام کی بعض پر فضیلت خوارق کی زیادتی کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ فضیلت سے مراد کثرتِ ثواب و خوارق سے نفع حاصل کرنا ہے جبکہ ثواب عبادت قربِ الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی لیے محدثین نے صحابہ کرامؓ کی کرامات ان کے مناقب میں بیان نہیں کیں بلکہ کرامات کو علیحدہ باب میں لائے ہیں معجزات کے ذکر کے بعد خرق عادات جوگیوں میں

هم می باشند این چنین مجددؒ فرمود و صاحبِ عوارف گفته که حق تعالیٰ بعضے مردم را خوارق می دہد و دیگراں را خوارق نمی دہد و آنہا افضل باشند از صاحب خوارق و خرق عادات کمتر است در مرتبہ از ذکر قلب و بجو ہر وے بذکر و شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری گفتہ کہ فراست عارفان متعلق است بدریافت استعدادات طالبان و مقامات اولیاء و فراست اہلِ ریاضت و گرسنگی مخصوص بدریافت صور و احوال اشیاء کہ غائب از نظر اوست۔

ہر گاہ کہ اکثر خلائق بدنیا مشغول اند و از خدا منقطع دلہائے شان بیشتر مائل است بسوے کشف احوال غائبان و این را بسیار عمدہ می دانند آنہا با کشف اہلِ عرفان و حقیقت کار ندارند و می گویند کہ اگر اینہا از اہل اللہ می بودند از احوال غیب خبردار بایستے چون این قدر خبر ندارند پس دیگر چہ خواہند دریافت این چنین منافقان ہم درحقِ سید المرسلین می گفتند این سفیہان باین خیالات فاسدہ از برکاتِ دوستانِ خدا محروم اند نمی دانند کے حق تعالیٰ دربارۂ دوستانِ خود غیرت دارد کہ او شانرا بغیر خود مشغول نمیکند

ؔ من ندانم فاعلات فاعلات　　شعر می گویم بہ آزابِ حیات
قافیہ اندیشم و دلدارِ من　　گوید مندیش جز دیدارِ من

حضرت مجددؒ از پیر خود روایت کردہ کہ شیخ محی الدین ابن عربی بعضی جا نوشتہ است کہ بعضے اولیاء کہ از انہا کرامات بسیار ظاہر شدہ وقت رحلت آرزو کردہ اند کہ کاش کہ از ما این قدر کرامت ظاہر نمی شد۔ اگر کسے گوید کہ اگر خوارق شرط ولایت نباشد چگونہ معلوم کردہ شود کہ این ولی اللہ است حضرت مجددؒ ازین سخن را دو جواب فرمودہ اند۔

(۱) یکے آنکہ معلوم کردن ولایت ولی چہ ضرور است۔ ولایت نسبتے است با خدا کسے ازان مطلع باشد یا نباشد اکثر اولیاء اللہ از ولایت خود اطلاع ندارند تا بدیگران چہ رسد۔

بھی ہوتا ہے۔ یہ فرمان ہے حضرت مجددالف ثانیؒ کا اور صاحب عوارف کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بعض آدمیوں کو خوارق عطا فرماتا ہے اور دوسروں کو نہیں دیتا۔ اور وہ صاحب خوارق سے افضل ہوتے ہیں۔ اور خرق عادات قلبی ذکر اور اس کی بلندی سے رتبہ میں کمتر ہے۔

اور شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاریؒ فرماتے ہیں کہ عارف لوگ اپنی فراست سے طالبان کی استعداد اور مقامات اولیاء کو جان لیتے ہیں۔ اور اہلِ ریاضت کی فراست اور طلب اس بات سے مخصوص ہے کہ وہ ان اشیاء کی صورتوں اور احوال کو جان لیتے ہیں جو ان کی نظر سے غائب ہوں۔

اکثر لوگ دنیا میں مشغول ہیں اور خدا سے بے تعلق ہیں۔ ان کے دل چھپی ہوئی چیزوں کے احوال جاننے کی طرف زیادہ مائل ہیں اور اس کو بہت عمدہ خیال کرتے ہیں۔ ان کا اہل عرفان کے کشف اور حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اہل اللہ ہوتے تو احوال غیب سے بے خبر ہوتے۔ جب یہ لوگ اس قدر خبر نہیں رکھتے تو دوسری باتیں کیسے جانیں گے۔ اس طرح کی باتیں منافقین بھی سرکار دو عالم ﷺ کے بارے میں کہتے تھے۔ یہ نادان لوگ انہی برے خیالات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی برکات سے محروم رہتے ہیں انہیں نہیں معلوم کہ اپنے دوستوں کے بارے میں بہت غیرت رکھتا ہے کہ ان کو اپنے سوا کسی اور کی طرف مشغول نہیں ہونے دیتا۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں

؎ من ندانم فاعلات وفاعلات   شعر می گویم بہ از آب حیات
قافیہ اندیشم و دلدارِ من   گوید مندیش جز دیدار من

ترجمہ: میں نہیں جانتا کہ یہ فاعلات و فاعلات کیا ہیں۔ میں آب حیات سے زیادہ عمدہ شعر کہتا ہوں۔ جب بھی (شعر کے لیے) میں کوئی قافیہ سوچتا ہوں تو میرا محبوب مجھ سے کہتا ہے کہ میرے دیدار کے سوا کچھ نہ سوچ۔

حضرت مجددالف ثانیؒ اپنے مرشد سے روایت کرتے ہیں کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے بعض جگہ لکھا ہے کہ کچھ اولیاء کرام سے بہت زیادہ کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔ وفات کے وقت ان کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ کاش ہم سے اس قدر کرامات ظاہر نہ ہوتیں۔ اگر کوئی کہے کہ خوارق اگر شرط ولایت نہ ہوں تو کس طرح معلوم ہو کہ یہ ولی اللہ ہے؟ حضرت مجددالف ثانیؒ نے اس کے دو جوابات دیئے ہیں۔

(ا) ولی اللہ کی ولایت کو معلوم کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ولایت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک نسبت ہے۔ کوئی اس پر باخبر ہو یا نہ۔ اکثر اولیاء اللہ خود اپنی ولایت سے باخبر نہیں ہوتے دوسروں کے بارے میں کیا جانیں گے۔

بعد از مرگ ثمرۂ آن خواہند دید احتیاج بخوارق مر انبیاء راست کہ برائے دعوت خلق اند۔ ضرور است کہ بر خلق نبوت خود ظاہر کنند و باثبات رسانند اولیا دعوت می کنند بسوئے شریعت پیغمبر خود معجزہ پیغمبر برائے دعوت او کافی است علما و فقہا بظاہر شرع دعوت می کنند و اولیا مریدان را اول بسوئے بجا آوردن ظاہر شریعت دعوت می کنند پستر آنہا را ذکر تعلیم می کنند و می فرمایند کہ اوقات خود بیاد الٰہی معمور کن تا کہ ذکر الٰہی مستولی شود و غیر خدا در دِل تو خطور نکند و درین دعوت احتیاج کرامت نیست۔

(۲) جوابِ دوم آنکہ مرید رشید ہر ساعت و ہر لحظہ کرامت شیخ در ذاتِ خود بتغیر احوال خود می بیند کہ دل مردۂ او را زندہ کردہ بمشاہدہ و مکاشفہ سرفراز ساختہ زندہ کردن مردہ نزد عوام عمدہ کار است و زندہ نمودن روح و قلب نزد خواص معتبر است پس کرامت در نظر مرید موجود است و برائے عوام درکار نیست۔

فائدہ: بدانکہ علامت ولی آنست کہ ظاہراً کمال استقامت داشتہ باشد بر شرع شریف کہ حق تعالیٰ می فرماید ﴿اِنَّ اَوْلِیَـائُہٗ اَلاَّ الْمُتَّقُوْن﴾ یعنی نیستند اولیاء خدا مگر متقیان و باطن او بقسمے باشد کہ ہر گاہے کسے در صحبتِ او نشیند دِل خود را مائل بیند بخدائے تعالیٰ و متوجہ بسوئے او یا بدنہ بغیر او و امام نودی از نبی ﷺ روایت کردہ کہ پریدہ شدہ از رسول خدا ﷺ علامت اولیاء اللہ چیست فرمود کہ آنکہ از دیدن آنہا خدا یاد آمد و ابن ماجہ ایں چنیں روایت کردہ و نیز بغوی از رسول کریم روایت کردہ کہ حق تعالیٰ می فرماید کہ بدرستیکہ اولیاء من از بندگان آناں ہستند کہ یاد کردہ شوم بیاد کردن من و یاد کردہ شوم بیاد کرن آنہا لیکن این دریافت را ہم فی الجملہ مناسبت می باید و منکر بودن شخص مانع این دریافت است:

؎ ہر کرا روئے بہ بہبود نبود   دیدن روئے نبی سود نبود

این مراتب تاثیراتے است کہ در ہر ولی می باشد و اگر در باطن او تاثیر قوی باشد بقسمے

موت کے بعد اس کا انعام دیکھ لیں گے۔ انبیاء کرام کے لیے خوارق ضروری ہیں کیونکہ انہوں نے مخلوق کو (رب کریم کی) دعوت دینا ہوتی ہے۔ یہ بھی لازمی ہے کہ مخلوق پر اپنی نبوت کو ظاہر کریں (اور خوارق سے اس کا) ثبوت دیں۔ اولیائے کرام پیغمبر علیہ السلام کی شریعت کی طرف دعوت دیتے ہیں جبکہ پیغمبر کا اپنا معجزہ ہی دعوت کیلئے کافی ہوتا ہے۔ علماء و فقہا ظاہراً شریعت کی دعوت دیتے ہیں جبکہ اولیاء کرام اپنے مریدوں کو پہلے ظاہراً شریعت پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتے ہیں اس کے بعد ذکر کی تعلیم دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مشغول رہو تاکہ ذکر الٰہی تم پر اس قدر حاوی ہو جائے کہ غیر خدا کا معمولی سا خطرہ بھی تمھارے دل میں گزر نہ سکے اس طرح کی دعوت کیلئے کرامت کی ضرورت نہیں ہوتی

(۲) مرید رشید ہر لحظہ شیخ کی کرامت کو اپنی ذات میں احوال کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ دیکھتا رہتا ہے۔ کیونکہ (شیخ) مردہ دل کو زندہ کر کے مشاہدہ و مکاشفہ سے سرفراز کر دیتا ہے۔ عوام کے نزدیک مردہ کو زندہ کرنا اچھا کام ہے جبکہ خواص کے نزدیک روح اور قلب کو زندہ کرنا بہت معتبر ہے۔ پس مرید کی نظر میں کرامت موجود ہے اور عوام کے لیے اس کی ضرورت نہیں۔

فائدہ: جان لو کہ ولی وہ ہے جو ظاہراً طور پر شریعت مطہرہ کا مکمل طور پر پابند ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ان اولیآئہ الا المتقون﴾ یعنی پرہیز گار لوگ ہی اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ اور اس کا باطن اس قسم کا ہو کہ جب کوئی بھی شخص اس (ولی) کی صحبت میں بیٹھے تو اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف مائل پائے اور صرف اسی کی طرف اسکی توجہ رہے۔ امام نودیؒ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اولیاء اللہ کی علامت کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کی زیارت سے خدا یاد آ جاتا ہے۔ ابن ماجہ نے بھی اس طرح کی روایت کی ہے اور امام بغویؒ نے بھی رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بلاشبہ لوگوں میں سے میرے دوست وہ بندے ہیں جو مجھے یاد کرنے سے یاد کیے جاتے ہیں اور ان کو یاد کرنے سے میں یاد کیا جاتا ہوں۔ لیکن اس بات کو سمجھنے کے لیے مناسبت کا ہونا بہت ضروری ہے اور کسی شخص کا انکار ہی اس کی سمجھ کے آڑے آ جاتا ہے۔

؎ ہر کرا روئے بہ بہبود نبود　　　دیدن روئے نبی سود نبود

ترجمہ: جب کسی کے دل میں بھلائی کا ارادہ نہ ہو تو اس کو نبی پاک ﷺ کا دیدار بھی فائدہ نہیں دیتا" یہ تاثیر کے مرتبے ہیں جو کہ ہر ولی میں ہوتے ہیں اور اگر اس کے باطن میں تیز اثر کرنے والی قوت ہو

کہ جذب کند مرید را بسوئے خدائے تعالےٰ و اورا بمراتبِ قُرب رساند اور اکمل گویند چنانچہ در کمال مراتب بسیار اند و در تکمیل ہم مراتب بسیار اند۔ بعضے اولیاء در کمالِ خود تفوق دارند و در تکمیل انقدر تاثیر ندارند و بعضے کمال آنقدر ندارند لیکن بجائے کہ خود رسیدہ اند دیگران را ہم می توانند رسانید ﴿وَالْكُلُّ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ تَعَالىٰ﴾

مقام دوم در آدابِ مریدان

طلبِ طریقت راسعی کردن برائے تحصیل کمالاتِ باطنی واجب است۔ چراکہ حق تعالیٰ می فرماید ﴿ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ ﴾ یعنی اے مسلمانان پرہیز کنید از نامرضیاتِ خدا کمال پرہیز گاری یعنی در ظاہر و باطن چیزے خلاف مرضی خدائے تعالےٰ نباشد از عقائد و اخلاق بکمال تقویٰ و امر برائے وجوب می باشد و کمالِ تقویٰ بدونِ ولایت صورت نہ بندد۔ چنانچہ ذکر کردہ شد رزایل نفس از حسد و حقد و کبر و ریا و سمعہ و عجب و منت و غیر آنِ کہ حرمت آن از کتاب و سنت و اجماع ثابت است تا کہ زائل نشود کمال تقویٰ چگونہ صورت بندد و این متعلق است بفنائے نفس و ترک معاصی کہ تقوے عبارت از انست و معبر است بصلاح جسد کہ ثمرہ صلاح قلب است چنانچہ در حدیث مذکور شدہ و آنرا صوفیہ فنائے قلب گویند۔ ولایت عبارت از فنائے نفس است۔

بیان لطائف: صوفیان گفتہ اند کہ راہے کہ مادر صددِ آنیم ہمگی ہفت گام است یعنی فنائے لطائف خمسہ عالم امر قلب و روح و سر و خفی و اخفیٰ و فنائے نفس و تصفیہ لطیفہ قالبیہ عبارت از صلاح جسد است۔ تقویٰ بکثرت نوافل تعلق ندارد و تقویٰ عبارت است از ایتان واجبات و پرہیز کردن از منہیات ادائے فرائض و واجبات بدون اخلاص ہیچ اعتبار ندارد و قال اللہ تعالیٰ ﴿فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ﴾ و پرہیز از منہیات بدون فنائے نفس صورت نمی بندد۔ پس تحصیل کمالات ولایت از فرائض آمدہ

اور مرید اس کو برداشت کر سکے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے قرب کے مراتب تک پہنچا دے تو اس کو مکمل کہتے ہیں جس طرح کمالات کے بہت سارے مراتب ہیں اسی طرح تکمیل کے بھی بہت سے درجے ہیں کچھ اولیاء اللہ اپنے کمال میں تو بہت بلند ہوتے ہیں لیکن تکمیل میں اس طرح کی تاثیر نہیں رکھتے۔ اور بعض اس قدر کمال نہیں رکھتے لیکن جس مقام تک وہ خود پہنچے ہوتے ہیں وہاں تک دوسروں کو بھی پہنچا سکتے ہیں (اور تمام اللہ کے فضل سے ہے)

مقام دوم

مریدوں کے آداب کے بارے میں

باطنی کمالات کے حصول کے لیے طریقت کی طلب کی کوشش کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ﴿یا ایها الذین آمنوا اتقو الله حق تقاته﴾ یعنی اے ایمان والو! ان اشیاء سے پرہیز کرو جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں کمال تقویٰ یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں کوئی بھی امر حتی کہ عقائد و اخلاق میں بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ ہو اور امر برائے وجوب ہوتا ہے اور کمال تقویٰ کا ولایت کے بغیر امکان نہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ نفس کی بری عادتیں مثلاً حسد، کینہ، تکبر، ریا کاری، طلبِ شہرت، خود پسندی اور احسان جتلانا وغیرہ جن کے حرام ہونے کے بارے میں قرآن و حدیث اور اجماع سے واضح ثابت ہو چکا ہے۔ جب تک یہ بری عادتیں زائل نہیں ہوتیں کامل تقویٰ کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ فنائے نفس اور ترک، معاصی سے مربوط ہے اور اسی کا نام تقویٰ ہے۔ اور اس کو جسم کی اصلاح سے تعبیر کرتے ہیں جس کا ثمرہ قلب کی اصلاح ہے۔ جس طرح حدیث شریف میں مذکور ہوا اور صوفیہ کرام اس کو فنائے قلب کہتے ہیں۔ اور ولایت کا حاصل ہونا فنائے نفس سے ہے

صوفیہ کرام نے فرمایا کہ جس راہ پر ہم چل رہے ہیں وہ صرف سات قدم ہے۔ جو فنائے لطائف خمسہ عالم امر یعنی قلب، روح، سر، خفی، اخفی، اور فنائے نفس اور لطیفہ قالبی کی صفائی ہے۔ جس سے مراد جسم کی اصلاح ہے تقویٰ کا تعلق نوافل کی زیادتی سے نہیں بلکہ تقویٰ سے مراد واجبات کی ادائیگی اور جن باتوں سے منع کیا گیا ہے، سے پرہیز کرنا ہے۔ فرائض اور واجبات کا ادا کرنا اخلاص کے بغیر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿فَاعْبُدُ اللّٰهَ مُخْلِصاً لَّهُ الدِّيْن﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو خالص کرتے ہوئے اس کے لیے اطاعت کو' اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے پرہیز فنائے نفس کے بغیر ممکن نہیں۔ پس کمالات ولایت کا حاصل کرنا فرائض میں سے ہے۔

لیکن چون حصول ولایت امرے است وہبی مقدور نیست و تکلیف بقدر طاقت است واہنہٖ حق تعالیٰ فرمودہ ﴿فَاتَّقُو اللّٰهُ مَااسْتَطَعْتُمْ﴾ پرہیز کنید از نامرضیات خداہر قدر کہ توانید پس حکم کردہ می شود بدان کہ بذل یعنی کوشش کردن و تبلیغ در تحصیل آن واجب است۔ دیگر آنکہ چنانچہ ولایت را مراتب غیر متناہی است چنانچہ سعدی گفتہ۔

؎ نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں
بمیر دِ تشنہ مستسقی دریا ہمچنان باقی

ہمچنین تقویٰ ہم مراتب غیر متناہی وارد و رسولِ خدا فرمود ﷺ ﴿اِنَّ اَعْلَمَکُمْ وَاَتْقَاکُمْ بِاللّٰه اَنَا﴾ ہر قدر مرد در مراتبِ قربِ الٰہی ترقی می کند خوف و خشیت بروے غالب می شود متقی تر می شود ﴿ان اکرمکم عنداللّٰه اتقٰکم﴾

وچون تقویٰ بے نہایت آمد پس سعی در ترقی مقاماتِ قرب و تحصیل تقویٰ دائماً واجب گشتہ۔ وطلب زیادت علم باطنی از فرائض آمدہ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَقُلْ رَّبِ زِدْنِیْ عِلْماً﴾ یعنی بگوائے محمد کہ الٰہی علمِ من زیادہ کن۔ وقناعت از مراتبِ قرب حرام است بر کامل چنانچہ حرام است بر ناقص۔ حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ می فرمایند۔

؎ در راہ خدا جملہ ادب باید بود   تا جان باقی است در طلب باید بود
دریا دریا اگر بکامت ریزند   کم باید کرد و خشک لب باید بود

مولوی روم فرمایند۔

؎ اے برادر بے نہایت در گہے است   ہر چہ بروے می رسی بروے مایست

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ می فرمایند۔

؎ ہر جا کہ ترشح تو بیلیم   دار العطشیم و تشنہ کامیم

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمود ﴿لا ابرح حتیٰ ابلغ مجمع البحرین او امضے

لیکن چونکہ ولایت کا حاصل ہونا خدا کی عنایت ہے اپنے اختیار کی بات نہیں اور (شرع میں) تکلیف انسانی اختیار کے مطابق ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿فاتقوا اللّٰہ ما استطعتم﴾ ”یعنی جہاں تک تم سے ممکن ہو اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ باتوں سے بچو“ اسی لیے حکم دیا گیا کہ اپنی طرف سے کوشش کرنا اور ہاتھ پاؤں ہلانا واجب ہے۔ دوسرے یہ کہ جس طرح ولایت کے بے انتہا مراتب ہیں جیسے شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

؎ نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں　　بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

ترجمہ: نہ تو اس کے حسن کی کوئی انتہا ہے اور نہ سعدی کا کلام ختم ہوتا ہے پھر بھی پیاسا پیاس سے مر جاتا ہے اور دریا اسی طرح باقی رہتا ہے“

اُسی تقویٰ کے بھی بے انتہا مراتب ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿ان اعلمکم و اتقٰکم باللّٰہ انا﴾ یعنی میں تم میں سے سب سے زیادہ جاننے والا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں، ہر وہ شخص جو مراتبِ الٰہی میں ترقی کرتا ہے اس پر خوف اور خشیت غالب رہتی ہے اور وہ زیادہ پرہیزگار رہتا ہے ﴿ ان اکرمکم عنداللّٰہ اتقٰکم ﴾ ”اللہ کے نزدیک وہ زیادہ عزت والا ہے جو اس سے زیادہ ڈرتا ہے“

اور جب تقویٰ کی کوئی انتہا نہیں تو قرب کے مقامات میں ترقی کیلئے کوشش کرنا اور دائمی تقویٰ حاصل کرنا واجب ہو گیا۔ اور باطنی علم کی زیادتی چاہنا فرض ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وقل رب زدنی علماً﴾ ”یعنی اے محمد ﷺ کہہ کہ اے میرے پروردگا! میرے علم میں اضافہ فرما“ اور قرب کے مراتب پر قناعت کرنا کامل اور ناقص دونوں پر حرام ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہؒ فرماتے ہیں

در راہ خدا جملہ ادب باید بود　　تا جان باقی است در طلب باید بود
دریا دریا اگر بکامت ریزند　　کم باید کرد وخشک لب باید بود

ترجمہ: ”خدا کی راہ میں سراپا ادب بن جانا چاہے جب تک جان باقی ہے اس کی طلب کرتے رہنا چاہیے اگر (کامیابی کے) دریاؤں کے دریا بھی حلق میں انڈیل دیئے جائیں تو اس کو بھی کم سمجھ کر اپنے آپ کو پیاسا سمجھنا چاہیے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں

؎ اے برادر بے نہایت در گہے است　　ہر چہ بروے می رسی بروے مایست

ترجمہ: ”اے بھائی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے حد و بے انتہا ہے جس مرتبہ پر تو پہنچے اس پر اکتفا نہ کر بلکہ اس مرتبہ سے آگے ترقی کرنے کی کوشش کر“ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ فرماتے ہیں۔

ہر جا کہ ترشح تو بینیم　　دار العطشیم وتشنہ کامیم

ترجمہ: جس جگہ تیرا جلوہ دکھائی دیتا ہے وہ مقام پیاس کا گھر بن جاتا ہے اور ہماری پیاس بڑھ جاتی ہے

حقباً ﴾ یعنی ہمیشہ باشم در سفر تا کہ برسم جائیکہ دریائے شور و شیرین جمع می شوند کہ آن مکان حضرت خضر بتعلیم الٰہی معلوم شدہ بود و چون موسیٰ علیہ السلام با خضر ملاقی شدند ﴿ ھل اتبعك علیٰ ان تعلمین مما علمت رشداً ﴾ گفت کہ آیا متابعت کنم من ترا برائے آنکہ بیاموزی مرا آنچہ خدا ترا علم دادہ است۔

تلاش پیر کامل واجب

مسئلہ: چون طلب کمالات باطنی از واجبات آمدہ پس تلاشِ پیرِ کامل مکمل ہم از ضروریات گشتہ کہ وصول بخدا بے توسل پیر کامل مکمل بس قلیل است و بسیار نادر مولوی روم می فرمایند۔

نفس را نکشد بغیر از ظلِ پیر　　دامنِ آن نفس کش محکم بگیر

علامات پیر کامل و طریق تلاش

طریق تلاش پیر کامل مکمل آنست کہ از درویشان اکثر ملاقات کردہ باشد و بر کسے از انہا انکار و عیب جوئی نکند لیکن خود بیعت نکند مگر بعض تفحص و تامل بسیار اول ملاحظہ استقامت شرع کند ہر کرا بر شرع مستقیم نہ بیند ہرگز بوے بیعت نہ کند اگرچہ خرقِ عادات بروے او ظاہر باشد کہ احتمال نفع آنجا نادرست و احتمال ضرر قوی حق تعالیٰ می فرماید ﴿ ولا تطع منھم اثماً او کفوراً ﴾ یعنی فرمانبرداری مکن گنہگار را و کافر حق تعالیٰ اول منع از اطاعت گنہگار کرد پستر از اطاعت کافر بسبب بودن بعید و ظہور بطلان او صحبتِ کافر مسلمان را آن قدر مضر نخوہد شد کہ صحبتِ آثم مضر خواہد شد حق تعالیٰ می فرماید ﴿ ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ و کان امرہ فرطاً ﴾ یعنی فرمانبرداری مکن کسے را کہ دِل او را غافل ساختیم از یادِ خود و پیروی کرد او خواہشِ خود را و ہست کارِ بیرون از اندازہ شرع و اتبع ہواہ عطف تفسیر است۔

تبیعتِ ہوا دلیل است بر غفلت قلب و فسادِ جسد یعنی ارتکابِ معاصی دلیل است بر فسادِ قلب کہ رسولِ خدا فرمود ﴿ اذا فسدت فسد الجسد کلہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ﴿لا ابرح حتیٰ ابلغ مجمع البحرین او امضی حقبا﴾ یعنی میں مسلسل سفر کروں گا یہاں تک کہ اس جگہ پہنچوں جہاں نمکین اور میٹھے دریا آپس میں ملتے ہیں“ کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ وہ حضرت خضرؑ کا ٹھکانہ ہے (جہاں ان کی ملاقات ہوگی) اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تو انہوں نے کہا ﴿ھل اتبعك علےٰ ان تعلمن مما علمت رشداً﴾ ”یعنی کیا میں آپ کے ساتھ چلوں تا کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم آپ کو سکھایا وہ وہ آپ مجھ کو بھی سکھا دیں۔

مسئلہ: جب کمالات باطنی کا طلب کرنا واجبات میں سے ہے تو پھر پیر کامل ومکمل کو تلاش کرنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ پیر کامل ومکمل کے وسیلہ کے بغیر خدا تک رسائی نہایت قلیل اور کمیاب ہے مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

نفس را نکشد بغیر از ظلِ پیر   دامن آن نفس کش محکم بگیر

ترجمہ: ”پیر کی مدد کے بغیر نفس کو مارا نہیں جا سکتا اس لیے اس نفس کو مارنے والے (پیر کامل) (کا دامن مضبوطی سے تھام لے“

پیر کامل ومکمل کو تلاش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اکثر درویشوں سے ملاقات کرتا رہے اور ان میں سے کسی کا بھی کسی کے پاس انکار نہ کرے اور نہ عیب جوئی کرے۔ خود بھی بیعت نہ کرے جب تک مکمل غور وخوض اور جستجو نہ کر لے۔ پہلے اس کی شریعت پر پابندی دیکھے۔ جو شریعت کا پابند نہ ہو ہرگز اس کی بیعت نہ کرے۔ خواہ اس سے خرق عادات ہی کیوں نہ ظاہر ہوں کیونکہ اس جگہ نفع (فیض) کی بجائے نقصان کا بہت زیادہ احتمال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ولا تطع منھم اثماً او کفوراً﴾ یعنی ان میں سے کسی گناہگار اور کافر کی اطاعت نہ کرو“ اللہ تعالیٰ نے پہلے گناہگار کی اطاعت سے منع کیا ہے اور پھر کافر کی اطاعت سے۔ چونکہ وہ مسلمانوں سے دور ہے اور اس کے اعمال کا باطل ہونا ظاہر ہے۔ اس لیے کافر کی صحبت سے مسلمانوں کو اتنا نقصان نہیں پہنچتا جس قدر کہ گناہگار (بد اعمال مسلمان) کی صحبت سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا واتبع ھواه وکان امره فرطاً﴾ ”یعنی اس شخص کی فرمانبرداری نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کے کام شرح کی حد سے باہر ہیں۔ واتبع ھوا میں عطف تفسیری ہے۔ خواہش کی پیروی قلب کی غفلت اور جسم کے فساد کی دلیل ہے۔ یعنی گناہوں کا ارتکاب دل کے بگاڑ کی دلیل ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ازا فسدت فسد الجسد کله﴾

پس کسیکہ مستقیم الاحوال باشد و دعویٰ ولایت کند برائے نفسِ خود نہ آنکہ نظر بکمالاتِ پدر و جدِ خود مرید بگیرد چنانچہ رسم پیرزادگان است۔ پس دعویٰ او صحیح است لیکن بر دعویٰ او بینہ و برہان می باید ظہور خرق عادات کہ مقرون باتباعِ شرع و استقامت باشد برہان بر ولایت می تواند شد لیکن اقویٰ براہین ہمانست کہ از حدیث ثابت شدہ کہ در صحبتِ او و از دیدنِ او خدا یاد آید و دل از ما سوا سرد شود لیکن بر عوام الناس و اغیار دریافتن تاثیر صحبت در اول صحبت متعذر است پس باید کو در مریدان او کسے را کہ عالم و عادل و عاقل پندارد سوال کند و احوال تاثیر شیخ پرسد حق تعالیٰ می فرماید ﴿ فَاسْئَلُو اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْن ﴾ یعنی سوال کنید از اہلِ علم اگر شمارا علم نباشد و رسول خدا فرمود ﷺ ﴿ انما شفاء العِيّ السوال ﴾ یعنی نیست شفاء جاہل از مرض جہل مگر سوال کردن از علماء۔

پس اگر شخصے شہادت دہد بر تاثیرِ صحبتِ او و او عادل باشد نہ بنا بر طلبِ جاہ یا مال یا غیر آن و احتمالِ دروغ بروے نہ باشد و عاقل باشد کہ متہم بخطا و حمق ہم نباشد او را تصدیق باید کرد و اگر چند کس این چنین شہادت دہند زیادہ تر غلبہ ظن رسیدہ باشد۔ اگر کثرت روایات بحد تواتر رسد۔ پس قطع بہم رسد لیکن غلبہ ظن برائے رجوع آوردن بخدمت مردے متقی مستقیم الاحوال کافی است چرا کہ در صحبت مردے متقی احتمالِ ضرر نیست و نفع اگر چہ متیقن نیست لیکن محتمل البتہ است پس طلب کند نفع را اگر از انجا مقصود بدست آید فہو المراد و الّا جائے دیگر تلاش کند،

تلاش شیخ دیگر

مسئلہ: اگر شخصے بخدمت شیخ مدتے بحسنِ اعتقاد ماند و در صحبتِ او تاثیر نیافت واجب است بروے کہ ترک او کند و تلاش شیخ دیگر نماید و گرنہ مقصود و معبودش شیخ باشد نہ خدائے تعالیٰ و این شرک است۔ حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی قدس سرہ پیر طریقہ نقشبندیہ می فرمایند:

''یعنی جب دل بگڑا تو سارا جسم بگڑ گیا'' پس جو شخص مستقیم الاحوال ہو اور خاص اپنے لیے ولایت کا دعویٰ کرے نہ یہ کہ اپنے باپ دادا کے کمالات پر مرید بناتا ہو جیسا کہ پیر زادوں کی رسم ہے۔ اس کا دعویٰ صحیح ہے لیکن اس کے دعویٰ پر دلیل اور برہان ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ خرق عادات کا ظہور جو اتباع شرع استقامت سے مقرون ہو ولایت کی دلیل ہو سکتا ہے لیکن قوی دلائل وہی ہیں جو حدیث سے ثابت ہیں۔ کہ اس (پیر کامل) کی صحبت میں بیٹھنے اور اس کے دیکھنے سے خدا یاد آ جائے اور دل اللہ کے سوا سب کو بھول جائے۔ لیکن عوام الناس اور اغیار کے لیے پہلی ہی صحبت میں صحبت کی تاثیر محسوس کرنا ذرا مشکل ہے اس لیے چاہیے کہ اس (پیر) کے مریدوں میں سے جس کسی کو وہ عالم، عادل اور عقلمند سمجھے سوال کر کے شیخ کی تاثیر کا احوال معلوم کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿فاسئلوآ اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون﴾ ''یعنی سوال کرو اہل ذکر (اہل علم) سے اگر تم نہیں جانتے'' رسول خدا ﷺ نے فرمایا ﴿انما شفاء العیّ السوال﴾ یعنی جاہل کی جہالت کے مرض کا علاج نہیں سوائے اس کے کہ علماء سے سوال کرے۔

چنانچہ اگر کوئی شخص اس کی صحبت کی تاثیر کی شہادت دے اور وہ عادل بھی ہو اور جاہ و مال یا کسی اور چیز کے حصول کی غرض نہ رکھتا ہو اور اس کی نسبت جھوٹ بولنے کا احتمال بھی نہ ہو اور وہ عاقل بھی ہو اور اس پر غلط فہمی اور حماقت کی تہمت بھی نہ لگی ہو تو اس کی تصدیق کرنی چاہیے اور اگر چند افراد شہادت دیں تو گمان کا غلبہ ہو گا۔ اگر روایات کی کثرت تواتر کی حد کو پہنچ جائے تو یقین کرنا ہو گا۔ لیکن ایک ایسا مرد جو متقی اور مستقیم الاحوال ہو، کی خدمت میں رجوع کرنے کے لیے غلبہ ظن کافی ہے۔۔ کیونکہ مرد متقی کی صحبت میں نقصان کا احتمال نہیں ہے۔ اور نفع اگرچہ یقینی نہیں ہے۔ لیکن احتمالی ضرور ہے پس اگر اس جگہ نفع طلب کرنے سے مقصود حاصل ہو جائے تو سبحان اللہ ورنہ دوسری جگہ تلاش کرے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص ایک مدت تک حسن اعتقاد کے ساتھ اپنے پیر کی صحبت میں رہا اور اس کی صحبت کی تاثیر نہ پائی تو اس پر واجب ہے کہ اس کو چھوڑ دے اور دوسرے شیخ کی تلاش کرے۔ ورنہ اس شخص کا مقصود اور معبود شیخ ہو گا نہ کہ اللہ تعالیٰ۔ اور یہ شرک ہے۔ خواجہ عزیزان علی رامتینی قدس سرہٗ جو کہ طریقہ نقشبند میں پیر ہیں، فرماتے ہیں۔

باہر کہ نشستی ونشد جمع دلت　　وزتو نرمید صحبتِ آب و گلت
زنہار ز صحبتش گریزاں میباش　　ورنہ نکند روحِ عزیزاں بحلت

لیکن ازان شیخ حسن ظن دارد چہ تحمیل کہ آن شیخ کامل ومکمل باشد ونزدِ او نصیب آنکس نبود وہمچنین اگر شیخ کامل و مکمل باشد وازین جہان رحلت فرمود ومرید بدرجہ کمال نرسید واجب است کہ آن مرید صحبتِ شیخ دیگر تلاش کند کہ مقصود خدا است۔

حضرت مجددؒ فرموده کہ صحابہ کرام بعد رسول کریم ﷺ بیعت ابا بکر وعمر وعثمانؓ وعلیؓ کردند۔ مقصود ازین بیعت فقط امور دنیا نبود بلکہ کسبِ کمالاتِ باطنی ہم بود۔ اگر کسے گوید کہ فیض اولیاء بعد موت آنہا باقیست پس طلب کردن شیخ دیگر عبث است۔ گفتہ شود کہ فیض اولیاء بعد موت آن قدر نیست کہ ناقص را بدرجہ کمال رساند الا نادر۔ اگر فیض بعد موت ہماں قسم باشد درحیات باشد پس تمام اہل مدینہ از عصر پیغمبر خدا تا این وقت برابر اصحاب باشند ونیز ہیچ کس محتاجِ صحبتِ اولیاء نباشد چگونہ فیض مرده مثل زنده باشد کہ در مفیض و مستفیض مناسبت شرط است وآن بعد وفات مفقود۔ آرے بعد فنا و بقا کہ مناسبت باطنی حاصل شود فیض از قبور تو ان برداشت لیکن نہ آن قدر کہ درحیات باشد وَاللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: اگر ولایت شخصے ثابت شود ومرید تاثیر صحبت وے درخود بہ بیند واجب است بروے کہ صحبت اورا غنیمت داند ودامنِ دولت او محکم گیرد وعشق ومحبتِ او در دل خود راسخ گرداند واز جناب الٰہی رسوخ محبت او درخواست کند ودر امتثال امر وانتہاے از مناہی او کوششِ بلیغ نماید ودائماً در طلب رضائے او باشد وہمیشہ آگاہ باشد کہ از خود حرکتے سرنزد کہ موجبِ ناخوشی او شود کہ رضائے اور موجبِ رضائے حق است و باعث، ترقیات وناخوشی سد بابِ فیض وفتوحات

تقصیر در آداب شیخ حرام است

مسئلہ: تقصیر در آدابِ شیخ حرام است کہ مانعِ ترقیات است حق تعالی می فرماید

باہر کہ نشستی و نشد جمع دلت   وز تو نرمید صحبتِ آب و گلت
زنہار ز صحبتش گریزاں می باش   ورنہ نکند روحِ عزیزاں بحلت

ترجمہ: جب تو کسی (پیر) کی صحبت میں رہے۔ اور تجھے اطمینان حاصل نہ اور تجھ سے آب و گل (دنیا) کی کدورتیں دور نہ ہوں تو ایسے (پیر) کی صحبت سے دور بھاگ، ورنہ عزیزاںؒ کی روح کو تکلیف ہوگی۔

لیکن (اپنے پرانے) شیخ سے حسن ظن رکھے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ پیر کامل و مکمل ہو لیکن اس کی صحبت سے فیض حاصل کرنا اس کے مقدر میں نہ ہو۔ اس طرح اگر شیخ کامل و مکمل ہو اور پیشتر اس کے کہ مرید درجہ کمال کو پہنچے وہ شیخ اس دنیا سے رحلت کر جائے اس (مرید) پر واجب ہے کہ کسی دوسرے شیخ کی صحبت تلاش کرے کیونکہ مقصود اللہ تعالیٰ ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے رسول کریم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت کی۔ اس بیعت کا مقصد فقط دنیاوی امور نہ تھے بلکہ باطنی کمالات کا حصول بھی تھا۔ اگر کوئی کہے کہ اولیاء کا فیض ان کی وفات کے بعد بھی جاری رہتا ہے اس لیے دوسرے شیخ کی تلاش فضول ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولیاء کا فیض ان کی وفات کے بعد اس قدر نہیں ہوتا کہ ناقص کو درجہ کمال تک پہنچا دے۔ مگر بہت کم اگر وصال کے بعد فیض ویسا ہی ہوتا جیسے زندگی میں ہوتا ہے تو تمام اہل مدینہ رسول اکرم ﷺ کے زمانے سے آج تک صحابہ کرام کے برابر ہوتے اور کسی کو بھی اولیاء کرام کی صحبت کی ضرورت نہ ہوتی۔ فوت شدہ کا فیض زندہ کے فیض کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ فیض حاصل کرنے والے اور فیض پہنچانے والے میں نسبت شرط ہے اور وفات کے بعد وہ شرط ختم ہو جاتی ہے۔ ہاں البتہ فنا و بقا کے بعد جب باطنی مناسبت پیدا ہو جائے تو پھر قبروں سے فیض حاصل ہو سکتا ہے لیکن اس قدر نہیں جتنا کہ حیات میں ہوتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ: اگر کسی شخص کی ولایت ثابت ہو جائے اور مرید اس کی صحبت کا اثر اپنے اندر دیکھے تو اس پر واجب ہے کہ اس کی صحبت کو غنیمت جانے اور اس کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہے اور اس کے عشق و محبت کو اپنے دل میں خوب جما لے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور اس (شیخ) کی محبت کو دل میں مضبوطی سے جم جانے کی دعا کرے۔ اور اس کے حکموں کو ماننے اور ممنوعات سے بچنے کی بھرپور کوشش کرے اور ہمیشہ اس کی خوشنودی کو مد نظر رکھے اور ہر وقت احتیاط کرے کہ کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو جو شیخ کی ناراضی کا سبب بنے۔ کیونکہ شیخ کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب اور ترقی کا باعث ہے جبکہ اس کی ناراضی سے فیض اور فتوحات کا دروازہ بند ہو سکتا ہے۔

مسئلہ: شیخ کے آداب میں کوتاہی کرنا حرام ہے کیونکہ اس سے ترقی رک جاتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے

﴿یاایها الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون﴾ اے مسلمانان آواز بلند نکنید بر آواز نبی وسخن بلند نگوئید بحضرت وے مانند سخن بلند کردن شما در میان خود ہا بترسید ازانکہ اعمالِ صالح شما ازین بے ادبی ناچیز شوند وشمارا خبر نباشد وچون شیخ نائب پیغمبر است پس ہمان آداب بجنابِ او مرعی دارد۔ چنانچہ محبتِ پیغمبر فرض است برائے ہمین کہ پیغمبر موصل است بخدا ومحبتِ او موجب است محبتِ خدارا ومعیتِ او موجب است معیتِ خدائے تعالیٰ را۔ ہمچنین محبتِ پیر فرض است کہ او بہ نیابت پیغمبر موصل است بخدائے تعالیٰ ومحبت او۔

مسئلہ: بعضے صوفیان می گویند کہ مرید را ضرور است کہ پیر خود را بر دیگر مشائخ تفضیل دہد وبعضے گفتہ اند کہ این عقیدہ باطل است بالبداہتہ ﴿وفوق کل ذی علم علیم﴾ فقیر می گوید تفضیل بر دو نوع است یکے باختیار ودرین صورت معنی تفضیل آنست کہ پیر خود را در حق خود از دیگران انفع داند این صحیح است۔ دوم بے اختیار وآن از ثمرات سکر وفرط محبت است پس چون محبت کامل شد فضائل غیر محبوب در نظر محبّ بہ نسبت فضائل محبوب کمتر دیدہ می شود واو معذور است بسبب سکر وسوائے این دو تاویل این سخن معنی ندارد۔

مسئلہ: مرید را بر شیخ اعتراض کردن نباید کہ منافی وصول فیض است۔ دلیل آن قصہ حضرت موسیٰ وخضر است علیہما السلام کہ موسیٰ چون از خضر التماسِ فیض کرد خضر از وے عہد گرفت برانکہ آنچہ عمل کنم بران اعتراض نکنی ﴿حیث قال انك لن تستطیع معی صبراً وکیف تصبر علیٰ مالم تحط به خبرا۔ الیٰ۔حتیٰ احدث لك منه ذکراً﴾ یعنی اول خضر علیہ السلام گفت کہ

﴿یا ایھا الذین امنوا لا ترفعوآ اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ﴾" یعنی اے مسلمانو اپنی آواز نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو اور ان سے بات کرتے وقت اس طرح زور سے نہ بولو جس طرح تم آپس میں زور سے باتیں کرتے ہو اور اس بات سے ڈرو کہ کہیں اس بے ادبی کے سبب تمھارے نیک اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو" چونکہ شیخ پیغمبر ﷺ کا نائب ہوتا ہے اس لیے اس کے آداب کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے۔ جس طرح پیغمبر ﷺ سے محبت کرنا فرض ہے اس لیے کہ وہ خدا تعالیٰ سے ملانے والے ہیں۔ آپ کی محبت خداوند تعالیٰ سے محبت کا سبب ہے اور آپ کی میعت اللہ تعالیٰ کی میعت کا سبب ہے اسی طرح پیر کی محبت بھی فرض ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ کا نائب ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ اور اس کی محبت کی طرف پہنچاتا ہے۔

مسئلہ: کچھ صوفی حضرات کہتے ہیں کہ مرید کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے پیر کو دوسرے مشائخ سے افضل جانے اور کچھ کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ غلط ہے کیونکہ ایک صریح بات ہے ﴿وفوق کل ذی علم علیم﴾ "ہر جاننے والے پر ایک بڑا عالم موجود ہے۔ فقیر (قاضی ثناء اللہ پانی پتی) کہتا ہے کہ فضیلت دو قسم کی ہے۔ اوّل اختیار۔ اس میں اپنے شیخ کو افضل جاننے کے معنی یہ ہیں کہ اپنے پیر کو اپنے حق میں زیادہ نفع پہنچانے والا جانے اور اسی طرح جاننا صحیح ہے۔ دُوم بے اختیاری۔ وہ محبت کی زیادتی اور سکر کی وجہ سے ہے۔ جب محبت کامل ہو جائے تو محبت کرنے والے کی نظر میں اپنے محبوب کے فضائل کے سامنے غیر محبوب کے فضائل بہت ہی کم نظر آتے ہیں۔ اور اس میں محبت کرنے والا عشق کی مستی اور محبت کی زیادتی کی وجہ سے معذور ہے ان دو تاویلوں کے سوا فضیلت کے اور کوئی معنی نہیں ہیں

مسئلہ: مرید کو شیخ پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ بات فیض کے حصول میں مانع ہے۔ اس کی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام سے فیض کی درخواست کی تو حضرت خضر علیہ السلام نے ان سے یہ وعدہ لیا کہ میں جو بھی کام کروں گا آپ اس پر اعتراض نہیں کریں گے۔ ﴿حیث قال انک لن تستطیع معی صبراً وکیف تصبر علیٰ مالم تحط بہ خبراً۔ الیٰ حتیٰ احدث لک منہ ذکرا﴾ یعنی پہلے حضرت خضر علیہ السلام نے کہا۔

تو طاقت صبر نخواہی داشت و چگونہ صبر کنی بر انچہ از حکمت آن علم نداری۔ گفت موسیٰ علیہ السلام انشاء اللہ تعالیٰ مرا صابر خواہی یافت پس خضر علیہ السلام گفت پس سوال نکنی از کردہ من تا کہ ظاہر کنم برائے تو حال پس از اعتراض موسیٰ علیہ السلام جدائی شدہ ﴿هذا فراق بيني وبينك﴾ موسیٰ علیہ السلام اعتراض بر خضر علیہ السلام بنا بر ظاہر شرع کرد و از حکمت آن اطلاع نداشت۔ خضر گفت انیست جدائی میانِ من و میانِ تو۔

فائدہ: کلام در آنست کہ شیخ صاحب استقامت و تقوے است اگر در عمرے چیزے از وے ظاہر شود کہ مخالف شرع باشد در آن صورت بر شیخ اعتراض نکند بلکہ تاویل کند اگر تواند بر عذر محمول کند و اگر قول باشد حمل کند بر سکر یا بر مجاز یا بر عدم دریافت معنی و اگر البتہ معصیت باشد تاہم آن ولی را انکار نکند گو کہ آن عمل را انکا کند کہ بزرگان گفتہ اند ﴿القطب قد يزني﴾ یعنی از قطب ہم گاہے زنا واقع می شود۔ ماعز رضی اللہ عنہ کہ از اصحاب رسول اللہ ﷺ بود از وے بزور و تقدیر زنا واقع شدہ اور احق تعالیٰ بتوبہ توفیق داد کہ خود را رجم کنانید۔ و اگر شخصے است کہ شعارِ او فسق است پس او البتہ ولی نیست پس تاویل قول و فعل او ضرور نیست۔

تفریط و تقصیر در آداب مشائخ حرام است

مسئلہ: چنانچہ تفریط و تقصیر در آدابِ مشائخ حرام است افراط آنہم بدتر است کہ تفریط لازم آید در جنابِ الٰہی از وے۔ نصاریٰ در تعظیمِ عیسیٰ علیہ السلام افراط کردند پسرِ خدا گفتند از و تفریط در آداب حق تعالیٰ لازم آمد۔ و روافض در تعظیمِ علی مرتضیٰؓ افراط کردند۔ بعضے گفتند کہ خدائے تعالیٰ در وے حلول کردہ و بعضے گفتند کہ وحی بسوے وے آمدہ و بعضے بہتر از خلفائے ثلاثہ گفتند۔ تفریط در آداب خدائے تعالیٰ یا رسولِ خدا یا خلافۂ ثلاثہ لازم آمدہ۔

مسئلہ: اولیاء را علم غیب نباشد مگر از مغیبات بطریق خرق عادات بکشف یا

کہ آپ سے صبر نہ ہو سکے گا اور آپ کس طرح صبر کر سکتے ہیں جس کی حکمت کا آپ کو علم نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ پھر خضر علیہ السلام نے کہا کہ مجھ سے میرے کسی کام کے متعلق کوئی سوال نہ کرنا یہاں تک کہ میں خود ان کی آپ سے وضاحت نہ کروں۔ آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال پوچھنے پر ان دونوں میں جدائی ہوگئی۔ ﴿ ھذا فراق بینی وبینک ﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام پر جو اعتراضات کیے تھے وہ ظاہری شریعت کی رو سے تھے۔ ان کو ان کاموں کی حکمت کا علم نہ تھا۔ اسی لیے حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ اب آپ میں اور مجھ میں جدائی ہے۔

فائدہ: یہ ذکر ایسے پیر کے بارے میں ہے جو استقامت والا اور صاحب تقویٰ ہے۔ اگر اس سے ساری عمر میں کوئی ایسی بات ظاہر ہو جو شریعت کے خلاف ہو تو اس صورت میں شیخ پر اعتراض نہ کرے۔ بلکہ اس کی تاویل کرے اگر ہو سکے تو اسے عذر سمجھے اگر کوئی ناجائز قول اس کے منہ سے نکل جائے تو اسے سکر یا مجاز سمجھے یا اپنے معنی نہ سمجھنے پر محمول کرے۔ اگر پیر سے کوئی گناہ سرزد ہو بھی جائے تو بھی اس ولی کا انکار نہ کرے گو خود اس عمل کو ناپسند کرتا ہو کیونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ القطب قد یزنی "یعنی کبھی قطب بھی زنا کر بیٹھتا ہے" حضرت ماعزؓ نبی پاک ﷺ کے صحابہ کرام میں سے تھے ان سے بزور تقدیر زنا کا ارتکاب ہو گیا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق بخشی اور انہوں نے خود کو رجم کیلئے پیش کر دیا۔ اگر کوئی ایسا شخص ہے جس کا شعار ہی گناہ کرنا ہے وہ یقیناً ولی اللہ نہیں ہے اور اس کے قول و فعل کی تاویل کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: جس طرح شیخ کے آداب میں کمی اور تقصیر کرنا حرام ہے اسی طرح ضرورت سے زیادہ اضافہ کرنا بھی بہت برا ہے۔ جس سے جناب الٰہی کے آداب میں کمی لازم آتی ہے۔ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت میں اس قدر اضافہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنے لگے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے آداب میں کمی لازماً آئی۔ اور رافضی لوگوں نے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تعظیم میں بے حد افراط کیا۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان میں حلول کر گیا ہے۔ بعض نے کہا کہ وحی ان کی طرف آئی تھی۔ اور بعض انہیں خلفائے ثلاثہ سے بہتر کہتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے آداب یا رسول خدا ﷺ کے آداب یا خلفائے ثلاثہ کے آداب میں کمی لازم آتی ہے۔

مسئلہ: اولیاء اللہ کو غیب کا علم نہیں ہوتا البتہ بعض غائب چیزوں کے متعلق خرق عادتا کے طور پر کشف

الہام آنہارا علم دہند قال اللہ تعالیٰ ﴿ قل لا اقول لکم عندی خزائن الله ولآ اعلم الغیب وقال تعالٰی ولا یحیطون بشئی من علمهٓ الا بما شآء ﴾ یعنی انبیاء وملائکہ احاطہ نمی کند چیزے راازعلمِ خدا مگر آنچہ خدا خواہد و آنہارا بدان علم دہد۔ ودیگر آیات شاہد این مدعاست۔

مسئلہ: ولی ہیچ گاہ بدرجہ ادنئے از انبیاء نرسد باین مسئلہ اجماع منعقدہ شدہ است پس قول بدانکہ ولایت افضل است از نبوت شرعاً باطل است وتاویل آن کہ ولایت نبی افضل است ازنبوت باطل است کشفاً۔

مسئلہ: ہیچ ولی بمرتبہ نبی نمیرسد وتکالیف شرعی ازو ساقط نشود مگر مجذوب کہ عدیم العقل بود کہ عقل وبلوغ شرط تکلیف است وتکالیف شرعی از انبیاء ہم ساقط نمی شود بلکہ کثرتِ تکالیف دلیلِ شرف است۔ تبلیغ احکام برانبیاء واجب است نمازِ تہجد بر نبی ﷺ بروایتے واجب بود ونماز ضحےٰ وسنتِ فجر ہم بروایتے واجب بود۔

مسئلہ: عصمت خاصہ انبیاء ست در اولیاء گفتن کفراست وعصمت دراصطلاح عبارت است ازانکہ ممکن نباشد ازوے صدور صغیرہ وکبیرہ عمداً وخطاء واختلال عقل و غفلت درخواب وبیداری وہذیان وسکر واین درانبیاء ضروراست تادروے محلِ اشتباہ نباشد ودر غیر انبیاء گفتن مخالفِ اجماع است۔

مسئلہ: صحابہ از اولیاءِ امت افضل اند حق تعالیٰ درحق آنہا فرمودہ ﴿ کنتم خیر امتة اخرجت للناس ﴾ رسول خدا ﷺ فرمودہ ﴿ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ﴾ واجماع منعقدہ شدہ برآنکہ ﴿ الصحابته کلهم عدول ﴾ عبداللہ بن مبارک از تابعین است می گوید ﴿ الغبار الذی دخل انف فرس معاویه خیر من اویس بن القرنی وعمر المروانی ﴾ یعنی غباریکہ دربینی اسپ معاویہ داخل

یا الہام سے ان کو علم دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿قل لا اقول لکم عندی خزائن اللّٰہ ولا اعلم الغیب وقال تعالیٰ ولا یحیطون بشئی من علمه الا بما شیآء﴾ ترجمہ: ”اے نبی ﷺ کہہ دو کہ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں۔ اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انبیاء اور ملائکہ وغیرہ خدا کے علم کے کسی حصے کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر اس کا جس کا خدا خود چاہے اور اس کا علم ان کو دے دے۔ اور دوسری آیات اس بات کی شاہد ہیں۔

مسئلہ: کوئی بھی ولی انبیاء کرام میں سے ادنیٰ درجے کے نبی کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتا اس مسئلہ پر اجماع کا اتفاق ہے۔ پس اگر کوئی کہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے علانیہ غلط ہے

مسئلہ: کوئی بھی ولی نبی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا اور اس سے شرعی تکالیف ساقط نہیں ہوتیں۔ سوائے مجذوب کے وہ عقل سے عاری ہوتا ہے کیونکہ تکلیف کے لیے عقل وطاقت کا ہونا شرط ہے۔ اور انبیاء کرام سے بھی تکالیف شرعی ساقط نہیں ہوتیں بلکہ تکالیف کی زیادتی عزت و بزرگی کی دلیل ہے۔ انبیاء کرام پر تبلیغ کے احکام واجب ہوتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق نبی مکرم ﷺ پر تہجد کی نماز واجب تھی اسی طرح ایک روایت کے مطابق نماز چاشت اور فجر کی سنتیں بھی واجب تھیں۔

مسئلہ: عصمت انبیاء کرام کے لیے مخصوص ہے۔ اسے اولیاء کیلئے بولنا کفر ہے اصطلاحاً عصمت کا مطلب ہے کہ اس سے کسی قسم کا چھوٹا یا بڑا گناہ نہ ہو سکے خواہ عمداً یا خطاء۔ عقل میں فتور نہ آئے۔ خواب اور بیداری میں غفلت نہ ہو۔ اور ہذیان وسکر سے بھی محفوظ رہے۔ ایسی عصمت کا انبیاء کرام میں ہونا لازمی ہے۔ تا کہ ان میں کسی قسم کا شک وشبہ پیدا نہ ہو۔ غیرانبیاء کیلئے عصمت کا لفظ استعمال کرنا اجماع کے خلاف ہے۔

مسئلہ: صحابہ کرام امت کے اولیاء سے افضل ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے ﴿کنتم خیر امة اخرجت للناس﴾ ”تم لوگوں میں سے نکالی ہوئی بہترین امت ہو“ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم﴾ ”تمام زمانوں سے میرا زمانہ بہترین ہے اور پھر جو اس کے ساتھ ہے“ اور اجماع کا اس پر اتفاق ہے کہ ﴿الصحابة کلهم عدول﴾ ”تمام صحابہ کرام عادل ہیں“ حضرت عبداللہ بن مبارک جو کہ تابعین میں سے ہیں کہتے ہیں۔ ﴿الغبار الذی دخل انف فرس معاویة خیر من اویس ن القرنی وعمر المروانی﴾ ”یعنی وہ غبار جو معاویہ کے گھوڑے کے نتھنوں میں داخل ہوا۔

شده بهتر است از اویس قرنی وعمر مروانی۔

مسئلہ: اگر کسے گوید کہ خدا و رسول برین عمل گواہ اند کافر شود۔ اولیاء قادر نیستند بر ایجاد معدوم یا اعدامِ موجود پس نسبت کردن ایجاد و اعدام و اعطاءِ رزق یا اولاد و دفع بلا و مرض وغیر آن بسوئے شان کفر است ﴿قل لا املك لنفسی نفعاً و لا ضراً الا ماشاء الله﴾ یعنی بگوا ے محمد ﷺ مالک نیستم من برائے خویشتن نفع را و نہ ضرر را مگر آنچہ خدا خواہد و اگر نسبت بطریق بسببیت بود مضائقہ ندارد۔

مسئلہ: سنت آنست کہ بگوید ﴿السلام علیکم اهل الدیار من المومنین والمسلمین وانآ ان شآء الله بکم للاحقون نسال الله لنا ولکم العافیته﴾

مسئلہ: در زیارت پیغمبر خدا ﷺ و اولیاء کرام مستحب است کہ طہارت کاملہ باشد و متصل درود بر پیغمبر خدا و اتباع او گفتہ باشد و عمل صالح از نماز یا روزہ یا صدقہ کہ پیشتر از ان بخلوص نیت للہ کردہ باشد ثوابِ آن بگذارد و دِل خود حاضر دارد و بخشوع و تضرع باشد و از جنابِ الٰہی محبت آنہا و اتباعِ سنتِ آنہا طلب کند و اگر صاحبِ نسبت باشد خود را خالی کردہ بطلبِ فیض از صاحبِ قبر منتظر مراقب بنشیند و در خواندن قرآن نزد قبور اختلاف است لیکن صحیح آنست کہ جائز است۔

کاملاں را ھم طلب مزید لازم است در آداب کاملان و مرشدان

فصل: کاملان را ہم طلب مزید لازم است قناعت در طلبِ قربِ خدائے تعالیٰ ہیچگاہ نشاید از جنابِ الٰہی سوال کند چنانچہ رسولِ خدا ﷺ میگفت ﴿رب زدنی علماً﴾ یعنی اے پروردگار زیادہ کن مرا علم و در مجاہدہ قصور و فتور نکند کہ تا جان باقیست مجاہدہ باقیست حق تعالیٰ می فرماید ﴿واعبد ربك حتیٰ یاتیك الیقین﴾ یعنی عبادت کن اے محمد پروردگار خود را تا کہ آید ترا موت۔ رسول خدا ﷺ قیام لیل میکرد تا کہ ہر دو

وہ اویس قرنی اور عمر مروانی سے بہتر ہے“

مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول اس عمل پر گواہ ہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اولیاء کرام معدوم کو موجود کرنے یا موجود کو معدوم کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اس لیے پیدا کرنے، معدوم کرنے، رزق دینے، اولاد دینے، بلا دور کرنے اور مرض سے شفا دینے وغیرہ کی نسبت ان سے مدد طلب کرنا کفر ہے۔ فرمان خداوندی ہے ﴿ قل لآ املك لنفسي نفعاً و لا ضرّا الا ماشآء الله ﴾ ”یعنی اے محمد ﷺ کہہ دیجیے میں اپنے آپ کے لیے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر وہ کچھ جو اللہ چاہے“ اور اگر سبب کے لحاظ سے نسبت ہو تو کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: (زیارتِ قبور کے وقت) سنت یہ ہے کہ کہے ﴿السلام عليكم اهل الديار من المومنين والمسلمين وانّآ ان شآء الله بكم لاحقون نسئال الله لنا ولكم العافية ﴾ ”السلام علیکم اے قبروں کے رہنے والے مومنو اور مسلمانو اور ان شاء اللہ ہم بھی تمھارے پاس آ پہنچنے والے ہیں ہم اللہ سے اپنے لیے اور تمھارے لیے عافیت چاہتے ہیں۔

مسئلہ: حضرت رسول خدا ﷺ اور اولیاء کرام کے مقابر کی زیارت کے وقت مستحب ہے کہ کامل طہارت ہو اور متواتر درود پاک پیغمبر خدا ﷺ اور ان کے اتباع پر پڑھنا چاہیے۔ اور نماز، روزہ یا صدقہ جیسا کوئی نیک عمل جو اس سے پہلے خالص نیت سے کیا ہو اس کا ثواب بخشے اور اپنے دل کو حاضر رکھے اور خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ان کی محبت اور ان کے طریقہ کی اتباع کی التجا کرے۔ اور اگر صاحب نسبت ہو تو اپنا دل تمام دوسرے خیالات سے خالی کر کے صاحبِ قبر سے فیض حاصل کرنے کے لیے مراقبہ کرے۔ قبروں کے نزدیک قرآن پڑھنے میں اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ جائز ہے۔

مقام سوم

کاملوں اور مرشدوں کے آداب کے بارے میں

فصل: کاملوں کو بھی لازم ہے کہ مزید طلب کریں۔ اللہ تعالیٰ کا قرب طلب کرنے میں کبھی قناعت نہیں چاہیے بلکہ جناب الٰہی میں سوال کرتا رہے۔ جس طرح رسول خدا ﷺ کہا کرتے تھے ﴿رب زدني علماً ﴾ ”یعنی اے پروردگار میرے علم میں اضافہ کر“ مجاہدہ میں کبھی سستی اور کوتاہی نہ کرے کیونکہ جب تک جان باقی ہے مجاہدہ بھی باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ واعبد ربك حتىٰ ياتيك اليقين ﴾ اے محمد ﷺ اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ آپ کو یقین (موت) آ جائے۔ رسول اللہ ﷺ رات کو اس قدر قیام کرتے کہ

پائے مبارک او ورم میکرد مردم گفتند یارسول اللہ ﴿قد غفر الله لك ماتقدم من ذنبك وما تاخر﴾ یعنی بدرستیکہ بخشید ترا خدا او گناہان ترا اولین و آخرین مراداز گناہ ترک اولیٰ است فرمود ﴿او لا اکون عبداً شکوراً﴾ یعنی آیا نباشم من بندہ کمال شکر کنندہ۔

مسئلہ: کامل اگر کسے کامل تر از خود بیند باید کہ از وے اخذ فیض کند بلکہ اگر در کمتر از خود خصوصیتے از فضیلتے بیند باید کہ آنہم طلب کند۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام از خضر کرد۔ رسول اللہ ﷺ امت را درود آموخت ﴿اللهم صلِ علیٰ محمدٍ و علیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراهیم وعلیٰ اٰل ابراهیم﴾ یعنی الٰہی رحمت بفرا است بر محمد و بر آل محمد چنانچہ رحمت فرستادی بر ابراہیم و بر آلِ او۔

حضرت مجدد رضی فرمایند کہ مبدءِ تعین محمد ﷺ محبوبیت صرفہ است و مبدءِ تعین ابراہیم علیہ السلام خلت کہ زینہ پایہ تعین محمدیست صاحب ولایت محمدی را ولایت ابراہیمی ضرور است کہ زینہ پایہ وے است لیکن چون محبوبیت صرفہ میخواہد کہ محبوب بر زینہ پایہ توقف نماید و در مقام خلت ہم فضیلتے عظیم است گو کہ زینہ پایہ از محبوبیت صرفہ است۔ رب العالمین خواست کہ تفصیل مقامِ خلت ہم بعضے پیروانِ محمد ﷺ و اتباع او کسب کنند تر آن منصب عالی زیر نگین آن سرور محبوباں باشد ﴿فان العبد وما فی یده ملك لمولا ه﴾ یعنی غلام و آنچہ در دست اوست ملک خداوند اوست۔

حق تعالیٰ بعد ہزار سال این دعا مستجاب گردانید و حضرت مجدد رضی کہ یکے از اتباعِ آن سرور است بدولت متابعت انسرور علیہ السلام باین سرفراز کردہ۔ نافہمان برین سخن آنحضرت اعتراض میکنند۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

آپ کے پاؤں مبارک سوج جاتے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ﴿قد غفر اللہ لك ما تقدم من ذنبك و ماتاخر﴾ ''یا رسول اللہ ﷺ خدا نے تو آپ کی اگلی پچھلی سب تقصیریں معاف کر دیں'' (پھر آپ اتنی عبادت کیوں کرتے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا ﴿اولا اکون عبداً شکوراً﴾ کیا میں سب سے زیادہ شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

مسئلہ: اگر کوئی کامل اپنے سے زیادہ کسی کامل کو دیکھے تو چاہیے کہ اس سے فیض حاصل کرے۔ بلکہ اگر اپنے سے کم درجہ والے میں بھی کوئی خصوصیت یا خوبی دیکھے تو چاہیے کہ وہ بھی طلب کرے۔ جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے طلب کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُمت کو یہ درود سکھایا ﴿اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ اٰل ابراھیم﴾ ''الٰہی رحمت نازل کر حضرت محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر جس طرح تو نے رحمت نازل کی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر''

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کی تعین کا مبداء خالص محبوبیت ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعین کا مبداء خلت ہے۔ جو تعین محمدی کے درجہ کا زینہ ہے۔ ولایت محمدی والے کو ولایت ابراہیمی ضروری ہے کہ جو اس کے درجہ کا زینہ ہے۔ لیکن چونکہ خالص محبوبیت مقتضی ہے کہ محبوب درجہ کے زینہ پر توقف نہ کرے۔ اور مقام خلت میں بھی بڑی فضیلت ہے گو کہ محبوبیت خالص کے درجہ کا ایک زینہ ہے۔ اس لیے ربّ العالمین نے چاہا کہ مقام خلت کی بزرگی بھی بعض پیروان محمد ﷺ کو حاصل ہو جائے تا کہ وہ منصب عالی بھی سرور محبوبان کے زیر نگین ہو جائے۔ ﴿فان العبد و ما فی یدہٖ ملك لمولاہ﴾ ''غلام خود اور اس کے ہاتھ کا سارا مال اس کے مالک کی ملکیت ہے''

اللہ تعالیٰ نے ہزار سال کے بعد یہ دعا قبول فرمائی اور حضرت مجددؒ کو جو کہ آنحضرت ﷺ کی اتباع کرنے والوں میں سے ایک ہیں ان کی اتباع کی بدولت اس رتبہ سے سرفراز فرمایا۔ کم عقل لوگ آنحضرت ﷺ کی اس بات پر اعتراض کرتے ہیں۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

ترجمہ: اگر دن کے اجالے میں چمگادڑ کو کچھ نظر نہیں آتا تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے۔

ترمذی وابن ماجه از ابی ہریرہؓ روایت می کند کہ فرمود رسول اللہ ﷺ ﴿ کلمته الحکمة ضالة المومن فحیث وجدها فهو احق بها ﴾ یعنی سخن دین گم کردہ مومن است ہر جا کہ یابد پس وے لائق تر است بگرفتن آن۔

مسئلہ: اولیا کامل کہ قدرت ارشاد وتکمیل داشتہ باشند آنہا را باید کہ بر مردم خود را عرض کنند تا مردم از آنہا طلب فیض کنند و از طعن و انکار مردم باک ندارند۔ رسول خدا فرمود ﴿لا یزال من امتی امة قآئمة بامر اللہ لا یضرهم مَنْ خَذَلَهُمْ ولا مَنْ خالفهم﴾ یعنی ہمیشہ باشد از امت من جماعتی ایستادہ بکار خدا یعنی برائے ہدایت خلق وترویج دین۔ وضرر نکند اگر کسے مددگاری شان نکند یا مخالفت شان کند۔ دعوتِ خلق بسوئے حق سنت انبیا است و اولیاء بہ نیابت انبیاء این کار می کنند۔ این منصبِ عظمٰے را برائے انکار سفیہان ترک ندہند حق تعالیٰ می فرماید ﴿ فان کذبوك فقد كذب رسل من قبلك جاء وابالبینٰت والزبر والکتاب المنیر﴾ یعنی اگر تکذیب کنند ترا مردم پس غم مخور بدرستیکہ تکذیب کردہ شدہ اند رسولان پیش از تو حالانکہ آوردہ بودند شواہد النبوت معجزات کتاب ہائے روشنی بخش حدیث ﴿فضل العالم علی العابد کفضلی علیٰ ادناکم ان اللہ وملآئکته واهل السماوات والارض حتیٰ النمل فی هجرها و حتی الحوت فی المآءِ یصلون علیٰ معلم الناس الخیر﴾ (رواہ الترمذی عن ابی امامۃ الباھلی) یعنی فضیلت عالم بر عابد مثل فضیلت من است بر ادنائے شما۔ خدائے تعالیٰ وفرشتگان واہلِ آسمان وزمین تا مور چہ وماہی بر آموزندہ خیر درود می فرستند۔

مسئلہ: ہر کہ دعویٰ ولایت وارشاد بدروغ کند برائے طلب جاہ و ریاست ومال پس او خلیفہ شیطان است مثل مسیلمہ کذاب ﴿ ومن اظلم ممن افتریٰ

مسئلہ: اولیائے کامل جو ارشاد اور تکمیل کی قدرت رکھتے ہیں انہیں چاہیے کہ لوگوں کو اپنے فیض کی طرف توجہ دلائیں تا کہ وہ ان سے فیض حاصل کریں اور لوگوں کے طعنوں اور انکار کا کوئی ڈر نہ رکھیں۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

﴿لا يزال من امتى امة قآئمة با مر الله لا يضرهم من حذلهم و لا من خالفهم﴾ ترجمہ: ”میری امت میں سے ہمیشہ ایک جماعت خدا کے کام یعنی لوگوں کی ہدایت اور دین کی ترویج پر کمر بستہ رہے گی۔ ان کی مدد نہ کرنے والا ان کو نقصان نہ پہنچا سکے گا اور نہ وہ شخص کچھ کر سکے گا جو ان کی مخالفت کرے گا“

لوگوں کو حق کی دعوت دینا انبیاء کرام کی سنت ہے اور اولیاء کرام، انبیاء کرام کے نائب بن کر یہ خدمت انجام دیتے ہیں۔ اس لیے اس عظیم منصب کو نادان لوگوں کے انکار کی بنا پر چھوڑ نہیں دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿فان كذبوك فقد كذب رسل من قبلك جآء وابالبينت والزُّبر والكتاب المنير﴾ ”ترجمہ: اے محمد ﷺ اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو کچھ غم نہ کریں۔ آپ سے پہلے بھی لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا تھا حالانکہ انہوں نے معجزے صحیفے اور روشنی دینے والی کتاب کی نشانیاں پیش کیں“ حدیث پاک ہے۔ ﴿فضل العالم على العابد كفضلى علىٰ ادناكم ان الله وملائكته واهل السموات والارض حتى النملة فى حُجر هاو حتى الحوت فى المآءِ يصلون علىٰ معلم الناس الخير﴾ (رواہ الترمذی عن ابی امامۃ الباھلی)

ترجمہ: ”یعنی عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ آدمی پر“ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشے اور اہل آسمان اور اہل زمین یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلی پانی میں لوگوں کو نیکی کا سبق دینے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔“

مسئلہ: جو شخص اپنی ولایت اور ارشاد کا جھوٹا دعویٰ، شہرت، حکومت اور مال کے حصول کیلئے کرے وہ مسیلمہ کذاب کی طرح شیطان کا خلیفہ ہے۔ فرمان خداوندی ہے۔ ﴿ومن اظلم ممن افترى

علی الله کذباً او قال اوحی الی ولم یوح الیه شئی ومن قال سانزل مثل مآانزل الله﴾ ونیست ظالم تراز کسے کہ بر خدائے تعالیٰ دروغ گوید یا گوید کہ وحی می شود بسوئے من حالانکہ نشدہ باشد یا گوید کہ نازل خواہم کرد مانند آنچہ خدا نازل ساختہ کہ او مثل شیطان از راہِ خدا باز مید ارد نعوذ باللہ منہا۔

اظہارِ کمال بغرضِ ارشاد

مسئلہ: اولیاء را جائز است کہ اظہار نمایند انعامِ حق تعالیٰ را کہ در حق آنہا شدہ و مرتبہ و درجہ قربِ الٰہی کہ بفضل خود حق تعالیٰ بآنہا عطا فرمودہ چنانچہ قصاید غوث الثقلین و مکاتیب حضرت مجدد الف ثانی و تصانیف شیخ اکبر از آن مملو است چرا کہ حق تعالیٰ می فرماید ﴿واما بنعمة ربك فحدث﴾ یعنی بنعمت پروردگار خود سخنِ بگو۔ رسول کریم ﷺ فرمودہ ﴿ان الحدیث بالنعمة شکر﴾ یعنی سخن گفتن بنعمت شکرِ نعمت است و بیہقی زیادہ کردہ وترکہ کفر یعنی سخن گفتن از نعمت خدا شکر است و ترکِ آن کفرانِ نعمت است و ابن جریر در تفسیر از ابی بسرہ غفاری روایت کرد کہ مسلمانان یعنی صحابہ مید انستند کہ شکر نعمت آنست کہ آن را اظہار نماید چرا کہ حق تعالیٰ می فرماید ﴿لئن شکرتم لا زید نکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید﴾ یعنی اگر شکر خواہید کرد نعمت زیادہ خواہم کرد و اگر کفران نعمت خواہید کرد ہر آئینہ عذابِ من شدید است۔ حق تعالیٰ بر کفرانِ نعمت عذابِ شدید گفتہ و دیلمی در فردوس و ابو نعیم در حلیہ روایت کردہ کہ عمر بن الخطابِ بر منبر بر آمد و گفت ﴿الحمدلله الذی صیّرنی بحیث لیس فوقی احد﴾ یعنی حمد مر خدائے راست کہ مرا چنان کرد کہ کسے بالاتر از من نیست پستر از منبر فرد و آمد مردم از وجہ این سخن پرسیدند۔ گفت نگفتہ ام مگر برائے شکر نعمت ابن ابی حاتم از مقیم روایت کرد کہ با حسن بن علیؓ ملاقات کردم پس مصافحہ نمودم و از و ﴿تفسیر واما بنعمة ربك فحدث﴾ پرسیدم فرمود کہ اگر

علیٰ اللّٰه کذباً او قال اوحیَ اِلیّ ولم یوحی الیه شئی ومن قال سانزل مثل مآ انزل اللّٰه ﴾ ''اور اس سے زیادہ ظالم شخص اور کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے حالانکہ اس پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ اور وہ شخص جس نے کہا میں بھی ویسا ہی کلام نازل کروں گا جیسا کہ خدا نے نازل کیا ہے۔'' ایسا شخص شیطان کی طرح ہے جو لوگوں کو راہ خدا سے روکتا ہے۔ نعوذ باللّٰه منها

مسئلہ: اولیاء اللہ کو جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو جو ان پر ہوا ہو اور اس مرتبہ قرب الٰہی کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کیا ہو اُس کا اظہار کریں۔ چنانچہ غوثُ الثقلین کے قصائد، حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات اور شیخ اکبر کی تصانیف ان سے پُر ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿واما بنعمة ربك فحدث﴾ ''یعنی اپنے پروردگار کی نعمت کا ذکر کر'' اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کا ذکر کرنا بھی شکر ہے'' اور بیہقی نے اضافہ کیا ہے ﴿وترکهٔ کفر﴾ ''اور اس کا ترک کرنا کفران نعمت ہے اور ابن جریر نے تفسیر میں ابی بسرہ غفاری سے روایت کی ہے کہ مسلمان یعنی صحابہ کرام جانتے تھے کہ شکر نعمت یہ ہے کہ اس نعمت کا اظہار کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لئن شکرتم لا زیدنّکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید﴾ ''یعنی اگر تم شکر کرو گے تو میں تمھاری نعمت میں اضافہ کردوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے'' اس میں اللہ تعالیٰ نے کفرانِ نعمت پر عذاب شدید کا حکم صادر فرمایا ہے۔

دیلمی نے فردوس میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا ﴿الحمد لله الذی صیّرنی بحیث لیس فوقی احد﴾ ''یعنی تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ رتبہ بخشا ہے کہ کوئی مجھ سے اوپر نہیں ہے'' پھر جب منبر سے اترے تو لوگوں نے اس بات کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ بات فقط شکر نعمت کے طور پر کہی ہے۔ ابن ابی حاتم نے مقیم سے روایت کی ہے کہ حضرت حسن بن علیؓ سے ملاقات کی۔ ان سے مصافحہ کیا اور واما بنعمة ربك فحدث کی تفسیر پوچھی۔ تو انہوں نے فرمایا:

مرد مسلمان عملے صالح کند خبر دہد از ان مردم خانہ خود را در ین باب احادیث و اقوال صحابہ و سلف صالح بسیار است۔

اگر گفتہ شود کہ حق تعالیٰ از تزکیہ نفس خود تفاخر منع فرمودہ و گفت ﴿لا تزکوا انفسکم﴾ یعنی نفس خود را بپا کی یاد مکنید۔ جواب دادہ شود کہ تزکیہ نفس و اظہار نعمت وصورت باہم التباس دارند لیکن در حقیقت مغایر اند اگر کمالات را بنفسِ خود نسبت کند و نسبتِ آن را نسبت بخدائے تعالیٰ کند و خود را فی نفسہ منشاء شر داند و اتصاف خود بوجہ عاریت بحول و قوتِ الٰہی بآن کمالات دانستہ شکرِ الٰہی بجا آرد آن را اظہارِ نعمت گویند این معنی ہر چند در نظر عوام التباس دارد لیکن نزدِ خدا التباس ندارد ﴿واللہ یعلم المفسد من المصلح﴾ حق تعالیٰ می داند مفسد را جدا از مصلح از اولیاء اللہ کہ از رزائلِ نفس پاک اند متصور نیست مگر اظہار نعمت پس این امر اگر از اتقیا بظہور آید اعتراض بر و نشاید کہ حسنِ ظن مامور بہ است۔ لیکن مرید را باید کہ از مکر نفس ایمن نباشد و کمالات خود را در خیال نیارد و نفس خود را ہمیشہ متہم دارد و چون بمرتبہ تکمیل رسد و بشہادت اکابر و الہامات متواتر ملہم شود آن زمان اظہار کند تا مردم منزلتِ اور ادریافتہ از و استفادہ نمایند و مشتاقِ آن کمالات شوند۔

شیخ را با مرید سلوک باید

فصل: در آنچہ شیخ را با مرید سلوک باید کرد۔ باید کہ شیخ حریص باشد بر افشائے طریقہ و مہربان و رحیم باشد بر مریدان کہ این صفاتِ رسولِ کریم اند علیہ الصلوۃ والسلام ﴿قال اللہ تعالیٰ: لقد جآءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم ۞﴾ ہر آئینہ اکثر آمد ارسول از جنسِ شما دشوار است بر وَے رنجانیدن شما۔ حریص است بر ہدایت شما بر مسلمانان کمال مہربان است و ترش رو نباشد و مریدان راز جر نکند مگر بحق اسلام و نصیحت بزمی و شفقت

کہ اگر کوئی مرد مسلمان کوئی نیک کام کرے تو اپنے گھر والوں سے اس کا ذکر کرے۔ اس بارے میں بہت سی احادیث اور صحابہ اور سلف صالحین کے بہت سے اقوال مروی ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کی پاکیزگی پر فخر کرنے سے منع فرمایا ہے اور حکم ہے کہ ﴿ لا تزکّوا انفسکم ﴾ "یعنی اپنے نفس کی پاکیزگی کو بیان نہ کرو" تو اس کا جواب یہ ہے کہ تزکیہ نفس اور اظہارِ نعمت بظاہر ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ لیکن در حقیقت ان میں بڑا فرق ہے۔ اگر کمالات کو اپنے نفس کی جانب منسوب کرے اور ان کو خالق حقیقی سے منسوب کرنا فراموش کر دے تو وہ تزکیہ نفس ہے اور تکبر ہے جو مذموم ہے لیکن اگر اس کو خدائے لَمْ یَزِلْ سے منسوب کرے اور اپنے آپ کو فی نفسہ منشائے شر سمجھے اور ان خوبیوں کیساتھ اپنا متصف ہونا، خوفِ خدا سے اور اللہ تعالیٰ کی عنایت سمجھ کر اس کا شکر ادا کرے تو اس کو اظہارِ نعمت کہتے ہیں۔ اگر چہ یہ معنی عوام کی نظروں میں ملتے جلتے ہیں لیکن خداوند قدوس کی نظروں میں ملتے جلتے نہیں۔ ﴿ واللہ یعلم المفسد من المصلح ﴾ "یعنی اللہ تعالیٰ مفسد اور مصلح کو الگ الگ جانتا ہے" اولیاء اللہ جو نفسانی برائیوں سے پاک ہوتے ہیں اظہار نعمت کے سوا کچھ نہیں کہتے۔ اس لیے اگر متقی لوگوں سے ایسا امر ظہور پذیر ہو تو ان پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے کیونکہ حسنِ ظن (نیک گمان) کا حکم آیا ہے۔ لیکن مرید کو چاہیے کہ نفس کے مکر پر مطمئن نہ رہے اور اپنے کمالات کو خیال میں نہ لائے۔ اور اپنے نفس پر ہمیشہ تہمت لگاتا رہے۔ لیکن جب تکمیل کے مرتبہ پر پہنچ جائے اور اکابر کی شہادت اور مسلسل الہامات سے ملہم ہو جائے تو اس وقت (اس نعمت کا) اظہار کرے تا کہ لوگ اس کے مرتبہ کو پہچان کر اس سے استفادہ کریں اور اس کے کمالات کے خواہشمند رہیں۔

فصل: شیخ کو چاہیے کہ مرید کے ساتھ عمدہ سلوک رکھے۔ طریقہ کے بیان کرنیمیں گہری دلچسپی لے اور اپنے مریدوں پر مہربان اور رحیم ہو کیونکہ یہ رسول کریم ﷺ کی صفات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ لقد جآئکم رسولٌ من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم ﴾

ترجمہ: "یعنی البتہ آیا تمھارے پاس تم میں سے رسول دُشوار ہے اس پر تمھارا رنج کرنا۔ تمھاری ہدایت کیلئے حریص ہے اور مسلمانوں پر کمال مہربان ہے" شیخ کو چاہیے کہ وہ مریدوں سے ترش روئی اختیار نہ کرے انہیں سخت سست نہ کہے مگر اسلام کے متعلق۔ نصیحت نرمی اور شفقت سے کرے۔

کندوعنف وسخت گوئی نکند که رسول کریم ہمچنین میکردواز تقصیراتِ شان اگر دربارهٔ خود بیند عفو کند قال اللہ تعالیٰ ﴿ ولیعفوا والیصفحوا ﴾ یعنی باید که عفو کنید واز تقصیراتِ شان درگذرید۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿فبما رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ لِنتَ لهم ولوکنت فظاً غلیظ القلبِ لانفضّوا من حولك فاعف عنهم واستغفِرْ لهم وشاورهم فی الامر ﴾ یعنی پس بسبب رحمت خدا که برتست نرم ہستی تو برائے آنہا واگر بآنہا می بودی تو ترش روو سخت دل ہر آئینہ پراگندہ می شدند از گردتو پس عفو کن تقصیرات شان واز خدا طلب مغفرت کن برائے آنہا ومشورت کن بآنہا در کار دین ودور کردن طالبان خدا برائے رضامندی خلق حرام است قال اللہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ ﴾ یعنی دُور مکن کسانے را که یاد خدا می کنند صبح وشام ﴿الیٰ قوله تعالیٰ:۔ فتطرد هم فتکون من الظالمین ﴾ یعنی اگر دُور خواہی کرد از ظالمان باشی۔

واز مریدان منفعت مالی یا بدنی را متوقع نباشد چرا که ارشاد عبادت است و اخذ اجرت بر عبادت جائز نیست ﴿ قال الله تعالیٰ :۔ ولا تعد عیناك عنهم ترید زینة الحیوةِ الدنیا ﴾ یعنی مگردان چشمان خود از آنہا در حالتے که اراده زینت حیات دنیا داشته باشی و در رہنمائی نیتِ اجرت مکن مگر بر خدا ﴿قال لآ اسئلکم علیه اجراً ان اجری الا علی الله ﴾ یعنی بگوائے محمد نمی خواہم از شما اجرت جز این نیست که اجرت من بر خدائے تعالیٰ است

رسول کریم ﷺ بر ایذائے خلق صبر می فرمودند و می فرمودند ﴿رحم الله تعالیٰ اخِیُ موسیٰ لقد اوذی اکثر من هذا فصبر ﴾ یعنی رحم کند خدائے تعالیٰ برادر من موسیٰ را که ایذا کرده شد بیشتر ازین وصبر کرد۔ حضرت ایشان شہید رضی اللہ عنه از پیر برگوار حضرت سیّد نور محمد بدایوانی رضی اللہ عنه نقل کردند که شخصے خود

درشتی اور سخت گوئی نہ کرے کیونکہ رسول کریم ﷺ کا یہی طریقہ تھا اور اگر اپنے متعلق ان سے کوئی قصور دیکھے تو معاف کردے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ولیعفوا ولیصفحوا﴾ یعنی "چاہیے کہ معاف کرے اور (ان کے قصوروں سے) درگزر کرے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنتَ فظاً غليظ القلب لا نفضوا من حولك فاعف عنهم واستغفرلهم وشاورهم فى الامر﴾ یعنی "خدا کی رحمت کے سبب جو تجھ پر ہے تو ان پر نرم دل ہے اور اگر تو ان کے لیے تُرش رُو اور سخت دل ہوتا تو ضرور تتر بتر ہو جائیں گرد سے پس ان کے قصور معاف کر اور خدا سے ان کے لیے مغفرت طلب کر اور کام میں ان سے مشورہ کر۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ولا تطرد الذين يدعون ربهم﴾ یعنی "ان لوگوں کو دُور نہ کر جو صبح وشام خدا کو یاد کرتے ہیں" اللہ تعالیٰ کا قول ہے ﴿فتطردهم فتكون من الظالمين﴾ یعنی "اگر تو ان کو دور کرے گا تو ظالموں میں سے ہوگا"

اور مریدوں سے مالی یا بدنی منفعت کی توقع نہیں رکھنی چاہیے جیسا کہ ارشاد عبادت ہے اور عبادت پر اجرت لینا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ولا تعد عينا ك عنهم تريد زينة الحيوة الدنيا﴾ یعنی "اور اُن سے اپنی آنکھیں نہ پھیر اس حالت میں جب تو حیات دنیا کی زینت کا ارادہ رکھتا ہو" اور رہنمائی کرتے وقت اجرت لینے کی نیت نہ کر مگر صرف خدا سے ﴿قُل لا اَسئلكم عليه اجراً اِنْ اَجرِىَ اِلاّ عَلَى اللّٰهِ﴾ یعنی "اے محمد ﷺ کہہ دیجیے یہ میں تم سے (اپنی محنت کا) صلہ نہیں مانگتا بے شک میرا اجر تو محض اللہ تعالیٰ پر ہے"

رسول کریم ﷺ لوگوں کے تکلیف دینے پر صبر کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے ﴿رحم الله تعالىٰ اخى موسىٰ لقد اُوذى اكثر من هذا فصبر﴾ یعنی "رحم کرے اللہ تعالیٰ میرے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کہ ان کو اس سے زیادہ ایذا دی گئی تھی جس پر انہوں نے صبر کیا" حضرت ایشاں شہیدؒ (قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے مرشد حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ) بزرگوار حضرت سید نور محمد بدایونیؒ کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص خود

راازمریدان آنخضرت میگفت روزے آن مرداز راہِ شقاوت بجناب آنخضرت سخت بے ادبی کردو بسیار ناسزا گفت در جوابش ہیچ نگفتند روز دیگر آن مرد آمد تااز آنخضرت توجہ گیردو استفادہ نماید خواستم کہ اورا بسزا رسانم آنخضرت مرا منع فرمودند و بران مرد متوجہ شدند بقسمے کہ دیگر مخلصان را توجہ فرمودند درباہ او نیز توجہ فرمودند۔ فقیر ازین معنی بسیار تنگدل شدو از سبب برابر ساختن او با سائر مخلصان از آنجناب التماس نمودم آنجناب فرمودند کہ اے مرزا صاحب اگرمن اورا از جروعنف میکردم وتوجہ نمیدادم حق تعالیٰ ازمن می پرسید کہ من در سینۂ تو نورے ودیعت کردہ بودم و یکے از بندگانِ من طالبِ آن نور آمدہ تو چرا محروم داشتی دران وقت چگونہ میگفتم کہ الٰہی این مرادشنام دادہ بودلہٰذا اور امحروم داشتم واین جواب مقبول می افتاد چندگاہ ساکت ماندم باتنگدلی۔ بعد چندے آنجناب فرمودند کہ اے بابا اگرچہ من اورا مانند مخلصان توجہ دادم۔

لیکن حق تعالیٰ مخلص را با منافق کے برابر می کند ﴿ واللّٰہ یعلم المفسد من المصلح ﴾ حقیقت کار بدستِ خدا است فیض نمیرسد مگر بدوستان مخلص مودب۔ این قصہ بدان ماند کہ جنازہ عبداللہ بن اُبی بن سلول منافق را کہ بارہا اور جناب آنخضرت علیہ السلام بے ادبی کردہ بود پسرش کہ مومن مخلص بود بجناب آنخضرت بالتجا دردتا آن حضرت بروے نماز خوانند و استغفار نمایند آنخضرت برائے نماز استادند عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مانع آمد و عرض کرد کہ یارسول اللہ این ہمان کس است کہ فلان روز چنین گفتہ وفلان روز چنین گفتہ وحق تعالیٰ فرمودہ است ﴿ان تستغفرلھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللّٰہ لھم ﴾ یعنی اگر طلب مغفرت خواہی کرد برائے منافقان ہفتاد بار ہرگز نخواہد بخشید خدا آنہارا۔ آنخضرت ﷺ قول عمر نشنید ندو فرمودند کہ من زیادہ تر از ہفتاد بار برائے او استغفار خواہم کرد آخرالامر آنخضرت نماز جنازہ خواند ند

کو آنخضرت کے مریدوں سے بیان کرتا تھا۔ ایک دن اس شخص نے بدبختی میں آ کر آنخضرت کے حضور میں سخت بے ادبی کی اور بہت برا بھلا کہا۔ اس کے جواب میں آپ نے کچھ نہ کہا۔ اگلے دن وہی شخص آیا تا کہ آنخضرت سے توجہ لے اور استفادہ کرے۔ میں نے چاہا کہ اس کو سزا دوں۔ مگر آنخضرت نے مجھے منع فرما دیا اور اس شخص کی طرف اس طرح متوجہ ہوئے جس طرح دوسرے مخلص لوگوں پر توجہ فرماتے تھے بلکہ اس پر کچھ زیادہ توجہ فرمائی۔ فقیر اس بات سے بہت تنگ دل ہوا اور اس کو تمام مخلصوں کے برابر سمجھنے کے سبب پر آنخضرت سے درخواست کی۔ آنخضرت نے فرمایا مرزا صاحب اگر میں اس کو سرزنش اور ملامت کرتا اور توجہ نہ دیتا تو اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھتا کہ میں نے تیرے سینے میں ایک نور عطا کیا تھا اور میرے بندوں میں ایک اس نور کو طلب کرنے آیا۔ تو نے اسے محروم کیوں رکھا؟ تو اس وقت میں کیسے کہتا کہ الٰہی چونکہ اس نے مجھے گالی دی تھی اس لیے میں نے محروم رکھا۔ کیا یہ جواب قبول کیا جاتا؟ میں تنگدلی کے ساتھ کچھ وقت خاموش رہا۔ کچھ دیر کے بعد آنجناب نے فرمایا کہ اے بچہ اگرچہ میں نے اس کو مخلصوں کی طرح توجہ دی ہے لیکن اللہ تعالیٰ منافق کو کب مخلص کے برابر جانتا ہے ﴿واللّٰہ یعلم المفسد من المصلح﴾ کام کی حقیقت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ فیض فقط مخلص اور مودب دوستوں کو پہنچتا ہے۔ اس قصہ کی ہی مثال ہے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول منافق، جس نے آنخضرت ﷺ کی شان اقدس میں کئی بار بے ادبی کی تھی، اس کے جنازہ کے لیے اس کے بیٹے جو کہ مخلص مومن تھا، آنحضور ﷺ کی خدمت میں التجا کی کہ سرکار دو عالم ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھی اور بخشش مانگی آنخضرت ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے مگر حضرت عمرؓ مانع ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ یہ وہی شخص ہے کہ جس نے فلاں روز ایسا کہا اور فلاں روز ویسا کہا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ان تستغفرلھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللّٰہ لھم﴾ یعنی ”اگر تو منافقوں کے لیے ستّر بار بھی مغفرت طلب کرے اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ آنخضرت ﷺ نے اس قول کو نظرانداز کیا اور فرمایا کہ میں اس کے لیے ستر بار سے بھی زیادہ بخشش طلب کروں گا۔

آخرکار آنخضرت ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

واستغفار در حق آن منافق حق تعالے قبول نکرد و آیت نازل شد ﴿ ولا تصل علی احدٍ منهم مات ابدًا ولا تقم علیٰ قبرهٖ ﴾ یعنی نماز مخوان بر کسے از منافقان گاہے و استادہ مشو بر قبر او و آیت دیگر نازل شد ﴿ استغفرلهم او لا تستغفرلهم لن یغفر الله لهم ﴾ یعنی استغفار کن یا مکن برائے منافقان ہرگز نخواہد بخشید خدائے تعالیٰ آنہار البعد ازان باز آنحضرت بر جنازۂ کسے از منافقان نماز نخواندند۔

باوقار داشتن شیخ خود را

مسئلہ: مسند ارشاد را باید کہ خود را باوقار دارد و دروازہ بازی و اختلاط نکشاید چہ اگر شوکتِ او از نظر مرید کم شود دروازہ فیض آنہا مسدود گردد در حق رسولِ خدا ﷺ مروی سنت کہ ﴿ من یراه عن بعیدٍ هابه ومن یراه عن قریبٍ احبه ﴾ یعنی ہر کہ آنحضرت را می دید از دُور بروے ہیبت و رعب آنحضرت می افتاد و بعد ازان محبت در دل او قرار می گرفت۔

شیخ بعض مریداں را بر بعض ترجیع ندہد

مسئلہ: نیز بعضے مریدان را بر بعضے ترجیح ندہد مگر کسے را کہ طلب خدائے تعالیٰ زیادہ داشتہ باشد ابن ام مکتوم نابینا از اصحاب کرام بود روزے نزد آنحضرت آمد و گفت یا رسول اللہ مرا بیاموز آنچہ حق تعالیٰ ترا علم دادہ است دران وقت رئیسانِ قریش آنحضرت نشستہ بودند آنحضرت علیہ السلام بر ترغیب و ترہیب و دعوت آنہا بسوئے خدا مشغول بودند۔ آنحضرت جواب ابن ام مکتوم ہیچ نفرمودند چوں آں نابینا بود بار بار آواز کرد آنحضرت سخن او را نشنید و حکمت در مشغولی رئیساں قریش آں بود۔ کہ آنہا ایمان می آوردند جماعتِ کثیر مشرف باسلام می شدند و ابن ام مکتوم مردِ مخلص بود در تعلیم او اگر دیر می شد ضررے نداشت۔ لہذا عتاب آمد ﴿ عبس وتولیٰ ان جآءه الاعمیٰ ﴾ یعنی ترشروئی کرد و روگردانی نمود وقتیکہ آمد نزدِ او نابینا چنین آیت نازل شد کہ ہر کہ در طلبِ خدا محکم تر باشد در تعلیم او باید کوشید، حق تعالیٰ داؤد علیہ السلام را گفت ﴿ یاداؤد اذا رایت لی طالباً فکن له خادماً ﴾ وقتیکہ بینی کسے را طالب من

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس منافق کے حق میں استغفار قبول نہ کی اور یہ آیت نازل فرمائی ﴿ولا نُصَلِ علیٰ احدٍ منهم مَات ابدً ولا تَقُمْ عَلیٰ قبره ﴾ ''یعنی منافقوں میں سے کسی کے لیے بھی نماز جنازہ نہ پڑھ اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو'' پھر ایک اور آیت نازل ہوئی۔ ﴿اِسْتَغْفِرْلهم او لا تستغفرلهم لن يغفر الله لهم ﴾ یعنی ''چاہے تو منافقوں کے لیے استغفار کر یا نہ کر اللہ تعالیٰ ہر گز انہیں بخشے گا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کسی منافق کے جنازہ پر نماز نہیں پڑھی۔

مسئلہ: مسند نشین کو چاہیے کہ باوقار طریقے سے رہے اور کھیل تماشا اور زیادہ میل جول کی راہ نہ نکالے کیونکہ اگر مرید کی نظر میں اس کی شوکت و عظمت کم ہو گئی تو ان پر فیض کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اور رسول اللہ ﷺ کے حق میں مروی ہے کہ ﴿من يراه عن بعيد هابه ومن يراه عن قريب احبه ﴾ یعنی ''جو کوئی شخص آپ ﷺ کو دور سے دیکھتا تھا تو اس پر آپ کا رعب و دبدبہ بڑھ جاتا تھا اور جو شخص آپ ﷺ کو قریب سے دیکھتا تھا تو اس کے دل میں آپ کی محبت گھر کر جاتی تھی۔

مسئلہ: پیر بعض مریدوں کو بعض پر ترجیح نہ دے مگر اس شخص کو جس کی خداوند تعالیٰ کی طلب زیادہ ہو۔ حضرت ابن ام مکتوم صحابہ کرامؓ میں سے تھے ایک روزہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ حق تعالیٰ نے آپ کو جو علم عطا کیا ہے مجھے سکھائیے۔ اس وقت قریش کے بڑے سردار آنحضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف ترغیب و ترہیب اور دعوت دینے میں مشغول تھے اور ابن ام مکتوم کے سوال کا جواب نہ دیا۔ چونکہ وہ نابینا تھے بار بار بلند آواز سے عرض کیا آنحضرت ﷺ نے ان کی بات پر توجہ نہ دی۔ قریش کے سرداروں سے مشغول رہنے میں یہ حکمت تھی کہ اگر وہ ایمان لے آئے تو ایک کثیر جماعت مشرف با اسلام ہو جائے گی۔ ابن ام مکتوم مخلص آدمی تھے ان کی تعلیم میں اگر دیر بھی ہو گئی تو کوئی نقصان نہ تھا، اسی لحہ یہ عتاب نازل ہوا ﴿عبس وتولیٰ ان جآئه الاعمیٰ ﴾ ''یعنی ترشروئی کی اور منہ پھیر لیا جس وقت کہ اس کے پاس نابینا آیا'' اس غرض کے لیے یہ آیت نازل ہوئی کہ جو شخص خداطلبی میں زیادہ محکم ہو اس کی تعلیم میں کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو فرمایا:

﴿یا داؤد ازا رایت لی طالباً فکن له خادماً ﴾ ''یعنی اے داؤد جب تجھے کوئی میرا طالب ملے

پس تو خادم او باش۔

عالم کی زاہد پر فضیلت

مسئلہ: ونیز صاحب ارشاد رامی باید کہ حرکتے نکند کہ سبب بے اعتقادی خلق اللہ باشد۔ چنانچہ فرقہ ملامتیہ آنرا تجویز کردہ اند کہ این معنی در کارخانہ ارشاد مخل باشد ولہذا صوفیہ گفتہ اند ﴿ریآء الکاملین خیر من اخلاص المریدین﴾ کہ منصبِ ارشاد منصبے عالی است نیابت رسول ﷺ است حق تعالیٰ می فرماید ﴿ انا ارسلناك شاهداً و مبشراً ونذيراً داعياً الى اللّٰه باذنه و سراجاً منيراً﴾ بدرستی کہ ترا فرستادیم ما تا شاہد باشی بر اعمال امت وخوشخبری دہی نکوکاران را و ترسانی از دوزخ بدکاران را و رہنمائے بسوئے خدا باذن او و باشی چراغ روشنی بخش ثواب ارشاد از ثواب جمیع عبادات زاید است۔ دارمی از حسن بصری زوایت کردہ کہ رسول خدا ﷺ را پرسیدند از حال دو مرد کہ در بنی اسرائیل بودند یکے عالم بود کہ نماز مکتوبہ می خواند و باز در تعلیم خلق مشغول می بود۔ دوم ہمیشہ تمام شب قیام می کرد و در روز ہمیشہ روزہ می داشت۔ رسول خدا ﷺ فرمود کہ فضل آن عالم بر آن عابد مانند فضیلتِ من ست برادنائے شما۔

مقام چہارم در اسباب قرب الٰہی و ترقی دران

بدانکہ علت موجبِ قربِ الٰہی جذب یعنی کشش خداست بندۂ خود را بسوئے خود واین جذب گاہے بے توسط امرے باشد وآن را اجتبا گویند واکثر بتوسط امرے باشد وآن متوسط دو چیز است بحکم استقراء یکے عبادت دوم صحبتِ انسانِ کامل مکمل۔ پس جاذبِ الٰہی کہ بتوسط عبادت باشد آن را ثمرہ عبادت گویند و آنچہ بتوسط صحبت باشد آن را تاثیر شیخ نامند۔ این کلام در علت فاعلی است وعلت قابلی استعداد است کہ حق تعالیٰ در انسان ودیعت کردہ است کہ در کلام مجید ازان خبر میدہد ﴿فطرة اللّٰه التی فطر الناس علیها﴾ یعنی پیدا کردن خداست کہ حق تعالیٰ بآن قابلیت انسان را

تو اس کا خادم بن جا“

مسئلہ: اور صاحب ارشاد کو یہ بھی چاہیے کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو مخلوق خدا کی بے اعتقادی کا باعث بنے۔ جس طرح کہ فرقہ ملامتیہ نے اس کو اختیار کر رکھا ہے۔ کہ یہ طریقہ منصب ارشاد میں خلل انداز ہوتا ہے۔ اس لیے صوفیہ کرام کہتے ہیں ﴿ ریآءُ الکاملین خیر من اخلاص المریدین ﴾ یعنی کامل لوگوں کی ریا مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے کہ ”ارشاد کا منصب بہت بلند منصب ہے یعنی یہ رسول اللہ ﷺ کی نیابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ انا ارسلنك شاهداً ومبشرا و نذيراً وداعياً الى الله باذنه وسراجاً منيراً ﴾ یعنی ”ہم نے تجھ کو بھیجا تا کہ تو امت کے اعمال پر گواہ ہو نیکو کاروں کو خوشخبری دے۔ بدکاروں کو جہنم سے ڈرائے اور اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس کی طرف رہنمائی کرے اور روشنی بکھیرنے والا چراغ ہو“

ارشاد کا ثواب تمام عبادتوں کے ثواب سے زیادہ ہے دارمی نے حضرت حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے نبی پاک ﷺ سے دو آدمیوں کے حال کی بابت پوچھا جو بنی اسرائیل میں سے تھے ایک عالم تھا جو فرض نماز پڑھتا تھا اور پھر مخلوق کی تعلیم میں مشغول ہو جاتا تھا دوسرا ہمیشہ ساری رات قیام کرتا تھا اور ہمیشہ دن کو روزہ رکھتا تھا رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اس عالم کی فضیلت اس عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ایک ادنی آدمی پر۔

مقام چہارم

قربِ الٰہی کے اسباب اور اس کی ترقی کا بیان

جاننا چاہے کہ قرب الٰہی کا سبب جذب یعنی اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کو اپنی طرف کھینچنا ہے۔ یہ جذب کبھی بغیر واسطے کے ہوتا ہے اور اس کو اجتبا کہتے ہیں۔ اور کبھی کسی امر کیواسطہ سے ہوتا ہے اور وہ متوسط بحکم استقراء دو چیزیں ہیں ایک عبادت اور دوسری انسان کامل مکمل کی صحبت، اس لیے جو جذب الٰہی عبادت کے توسط سے ہو اس کو عبادت کا ثمرہ کہتے ہیں اور جو صحبت کے توسط سے ہو اسے تاثیرِ شیخ کا نام دیتے ہیں یہ کلام علت فاعلی میں ہے اور علت قابلی استعداد ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کی ہے۔ جس کی خبر قرآن مجید بھی دیتا ہے:

﴿فطرة الله التى فطر الناس عليها﴾ ”

یعنی اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے کہ اس قابلیت پر خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا

پیدا کردہ ودر حدیث آمدہ ﴿ما من مولودٍ الا ویولد علیٰ الفطرة ثم ابواه یهودانه او ینصرانه اویمجسانه ﴾ یعنی نیست ہیچ بچہ کہ پیدا شدہ مگر آنکہ پیدا می شود براہلیت اسلام۔ پس مادر و پدرش اورا یہودی یا نصرانی یا مجوسی می کنند۔

استعداد انسانی متفاوت اند: واستعدادات انسانی متفاوت اند در رسول اللہ فرمود ﷺ ﴿الناس معادن کمعادن الذهب والفضة ﴾ یعنی جنس انسان کان است مثل کان ہاء زر و نقرہ۔ از جائے زری یابد واز جائے نقرہ واز جائے آہن و مانند آن وموانع اقربِ الٰہی رزایل نفس اند و جنس عناصر و غفلت لطائف عالم امر و ہر یک زعبادات وصحبتِ انسان کامل چنانچہ علت اند برائے حصولِ قرب ہمچنین ہر دو چیز علت اند برائے دفع موانع۔

فصل در سیر آفاقی وانفسی: در سیر آفاقی وانفسی وازین بیان واضح شد کہ ناقصان رابرائے تحصیل کمال از دو چیز چارہ نیست یکے کسب عبارت است از عبادات وریاضات موافق تجویز شیخ کامل مکمل کہ رفع موانع کند و تزکیہ نفس وعناصر و تصفیہ لطائف عالم امر کند کہ بمصاحبت لطائف عالم خلق ظلماتی شدہ اند و خود را و خالق خود را فراموش کردہ اند دوم جذب شیخ کامل مکمل کہ عطائے نسبتِ و قرب الٰہی نماید واز حضیض باوج رساند واولیا اکثر طریق سلوک را بر جذب مقدم دارند۔ نظر برانکہ رفع موانع را مقدم دانند۔

"**از تحصیل مقاصد۔** پس مرید را امر کنند باذکار وریاضت نفس وتصرف خود را در امداد او متوجہ دارند تا کہ لطائفِ عالمِ امر مزکی ومصفیٰ شوند۔ ونفس با خلاقِ مرضیہ از توبہ وانابت وزہد وتوکل وصبر ورضا وسائر مقاماتِ عشرہ متصف شود۔ پس سالک مستعد قربِ الٰہی شود۔ آنگاہ شیخ اورا جذب کند بسوئے خدائے تعالیٰ وقربِ الٰہی عطا فرماید واین سالک را سالک مجذوب گویند واین سیر را سیر آفاقی نامند چرا کہ این بزرگان"

کیا'' اور حدیث پاک میں آیا ہے۔ ﴿مامن مولودٍ الا ویولد علی الفطرة ثم ابواه یھودانه او ینصر انه اویمجسانه﴾ ''یعنی جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اسلام کی قابلیت پر پیدا ہوتا ہے پھر اسکے والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں''۔

انسانی استعدادات مختلف ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ ﴿الناس معادن کمعادن الذھب و الفضة﴾ یعنی ''انسان کی جنس سونے اور چاندی کیکانوں کی طرح کان ہے'' کہ کسی کان سے سونا نکلتا ہے کسی سے چاندی اور کسی کان سے لوہا وغیرہ۔ اور قرب الٰہی سے روکنے والی چیزیں رذائل نفس، جنس عناصر اور لطائف عالمِ امر سے غفلت ہیں۔ ان میں سے ہر ایک عبادت اور انسان کامل کی صحبت سے حصولِ قرب کی علت ہے۔ ویسے یہی دونوں چیزیں موانع کے دفع کرنے والی علت بھی ہیں۔

فصل آفاقی و انفسی سیر کا بیان

اوپر کے بیان سے واضح ہو گیا کہ ناقصوں کو حصول کمال کیلئے دو چیزیں بہت ضروری ہیں۔ ایک کسب جس سے مراد عبادت و ریاضت ہے جیسے کہ شیخ کامل و مکمل تجویز کرے جو موانع کو رفع کرتا ہے، نفس و عناصر کا تزکیہ کرتا ہے لطائف عالمِ امر کو صاف کرتا ہے جو لطائف عالم خلق کی مصاحبت سے تاریک ہو گئے ہوں۔ اور اپنے آپ کو اور اپنے خالق کو بھلا چکے ہوں۔ دوسرا جذب شیخ کامل و مکمل جو نسبت اور قرب الٰہی بخشتا ہے اور پستی سے بلندی تک پہنچاتا ہے۔ اور اولیاء کرام اکثر طریق سلوک کو جذب پر مقدم رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ تحصیل مقاصد کی نسبت رفع موانع کو مقدم سمجھتے ہیں۔

تحصیل مقاصد: اس لیے وہ مرید کو اذکار اور ریاضت نفسی کا حکم دیتے ہیں اور اپنے تصرف کو اس کی امداد میں متوجہ رکھتے ہیں۔ تا کہ عالم امر کے لطائف پاک و صاف ہو جائیں اور نفس اخلاق حسنہ مثلاً توبہ، انابت، زُہد، توکل، صبر، رضا اور تمام مقامات عشرہ سے متصف ہو جائے اس طرح جب سالک قرب الٰہی کے لیے مستعد ہو جاتا ہے تو اس وقت شیخ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف جذب کرتا ہے اور قرب الٰہی عطا فرماتا ہے۔ اور ایسے سالک کو سالک مجذوب کہتے ہیں۔ اور اس سیر کو سیر آفاقی کا نام دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ بزرگ

بتزکیہ عناصر و نفس و لطائف عالم امر حکم نکنند تا کہ در عالم مثال خارج از نفسِ خود ملاحظہ نکنند۔

بیان در انوار لطائف: و ہر یک لطیفہ را نورے است تا آن نور ظاہر شود حکم بصفائے آن لطیفہ نکنند قلب را نور زرد و روح را نور سرخ و سر را نور سیاہ و خفی را نور سفید و اخفی را نور سبزمی گویند چون این سیر بسیار دور دراز است و مشقت بسیار وار دو گاہ باشد کہ صوفی در اثناء سلوک بمیر دو از مقصود ناکام رود۔

سیر النفسی: لہذا حق تعالیٰ حضرت خواجہ نقشبند را تقدیم جذب بر سلوک الہام فرمودہ۔ مرید را اوّل بتوجہ القاء ذکر در لطائف عالم امرمی کنند تا قلب و روح و سر و خفی و اخفیٰ در اول خود فانی و مستہلک شوند و این سیر را سیر انفسی گویند۔

اندراج النھایت فی الھدایت: و در ضمن این سیر انفسی اکثر سیر آفاقی نیز حاصل شود چرا کہ از لطائف عالم امر ظلمتہا و کدورتہا ہم بر طرف شود و قرب ہم حاصل شود بعد ازان برائے تزکیہ نفس و قالب مرید را بریاضت امری کنند۔ پس مرید را بریاضت و امدادِ توجہاتِ شیخ تزکیہ نفس و عناصر ہم حاصل شود و این سالک را مجذوب سالک گویند و این سیر را اندراج النہایت فی البدایت گویند کہ جذب کہ آخر کار بود در ابتدا مندرج شد و چون بعد فنائے لطائف عالم امر امرِ ریاضت کردہ شد و صولت و شدت نفس از مجاورت لطائفِ عالمِ امر گم شد و ریاضت بروے آسان گشت و ثواب عبادات بعد فنائے لطائف زیادہ شد۔ ازین جہات این سیر اسہل و اسرع شدہ و اگر مرید درین سیر پیش از کمال بمیر و محروم مطلق نخواہد بود کہ ذکرِ قلب در اول صحبت بدست آمدہ واللہ اعلم۔

فصل در برکات عبادات: بدانکہ از عبادات کامل قرب الٰہی بقسمے ترقی پذیرد کہ معتبر باشد و از عبادات ناقص قرب حاصل شود لیکن غیر معتمد بہ چرا کہ ثوابِ عباداتِ ناقصان کمتر است از ثوابِ عباداتِ کاملان چرا کہ بالا گذشتہ کہ عبادت ہمہ عالمیان بمنزلہ ظل است مر عبادتِ ولی را پس بچنیں فرق است در برکاتِ

عناصر، نفس اور لطائف عالمِ امر کے تزکیہ کا حکم نہیں دیتے تا کہ (سالک) عالم مثال میں اپنے نفس سے خارج ملاحظہ نہ کرے۔

انوارِ لطائف: اور ہر لطیفہ کا ایک نور ہے جب تک وہ نور ظاہر نہ ہو اس لطیفہ کی صفائی کا حکم نہیں کرتے۔ قلب کو نورِ سرخ، روح کو نورِ زرد، سر کو نورِ سفید، خفی کو نورِ سیاہ اور اخفیٰ کو نورِ سبز کہتے ہیں۔ چونکہ یہ سیر بہت دور دراز ہے اور اس میں بڑی مشقت ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ صوفی اثنائے سلوک میں مر جاتا ہے اور مقصود سے ناکام رہتا ہے۔

سیر النفسی: اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ نقشبندؒ کو سلوک پر جذب کے مقدم کرنے کا الہام فرمایا۔ مرید کا اوّل توجہ کے ذریعے عالم امر کے لطائف میں ذکر کا القاء کرتے ہیں تا کہ قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ اپنے اصول سے فانی اور ہلاک ہو جائیں۔ اور اس سیر کو سیر النفسی کہتے ہیں۔

اور اس سیر النفسی کے ضمن میں اکثر سیر آفاقی بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ چونکہ اس طرح عالم امر کے لطائف سے تاریکیاں اور کدورتیں دور ہو جاتی ہیں اور قرب بھی حاصل ہو جاتا ہے اس کے بعد نفس اور قالب کے تزکیہ کے لیے مرید کو ریاضت کا حکم دیتے ہیں۔ اس طرح مرید کو ریاضت اور شیخ کی توجہات کی مدد سے نفس و عناصر کا تزکیہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس سالک کو مجذوب سالک کہتے ہیں، اور اس سیر کو اندراج النہایت فی البدایت کہتے ہیں کیونکہ جذب جو آخری کام تھا وہ ابتداء میں مندرج ہو گیا اور چونکہ عالمِ امر کے لطائف کی فنا کے بعد ریاضت کا حکم دیا گیا اور نفس کی تیزی اور سختی لطائف عالم امر کی معیت سے ختم ہو گئی اور اس پر ریاضت آسان ہو گئی تو عبادات کا ثواب لطائف کی فنا کے بعد زیادہ ہو گیا۔ اس لحاظ سے یہ سیر بہت آسان اور بہت جلد ہوتی ہے اور اگر مرید اس سیر میں کمال کے حصول سے قبل مر جائے تو مطلق محروم نہیں رہتا۔ کیونکہ اسے ذکرِ قلب پہلی صحبت میں ہی حاصل ہو چکا ہوتا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

فصل۔ عبادات کی برکات کا بیان

جاننا چاہیے کہ کامل کی عبادات سے قرب الٰہی ایسی ترقی پکڑتا ہے جس کا اعتبار کیا جا سکے۔ اور ناقص کی عبادات سے قرب حاصل تو ہوتا ہے لیکن غیر معتبر۔ کیونکہ ناقصوں کی عبادت کا ثواب کاملوں کی عبادت کے ثواب سے کمتر ہوتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا تمام اہل جہاں کی عبادت گویا ولی کی عبادت کا سایہ ہے پس ایسے ہی ان کی عبادات کی

عباداتِ شان۔ مشائخ گفتہ اند کہ از عبادتِ ناقص آن قدر قرب حاصل می شود کہ اگر بالفرض شخصے پنجاہ ہزار سال عبادت کند تا بدرجہ ادنئے اولیا برسد و مرتبہ ولایت یابد قولہ تعالیٰ ﴿ تَعْرُجُ الملٰئِکَةُ والروحُ الیہ فی یومٍ کانَ مِقْدارہ خمسین اَلفَ سَنَةٍ ﴾ یعنی بالا می رود ملائکہ و جبریل بسوئے حق در روزے کہ مقدار آن پنجاہ ہزار سال است گویا کنایہ ازانست و چون تمام عمر دنیا ہم آن قدر نباشد۔ پس حصول ولایت بجز دریاضت و مجاہدہ متصور نیست۔ مولوی روم می فرمایند

؎ سیرِ زاہد ہر شبے یک روزہ را   سیر عارف ہر دمے تا تختِ شاہ

پس باید دانست کہ مشائخ کہ مریدان را بریاضت و مجاہدہ امر می فرمایند۔ مقصود ازاں تصفیہ عناصر است و تزکیہ نفس نہ حصول قرب بلکہ تصفیہ و تزکیہ ہم بمجرد عبادت نمی شود تا کہ تاثیر صحبتِ مشائخ باوے یار نمی شود۔

مسئلہ: بعضے اکابر چنان می گویند کہ ہر عبادت کہ در آن محنت و مشقت بسیار باشد آن عبادت برائے ازالہ رزائلِ نفس تاثیر تمام دارد۔ لہٰذا ذکر جہر و اربعینات و خلوة مانوس و امثال آن اختراع کردہ اند و این سخن ازان مستنبط می شود کہ رسول اللہ ﷺ فرمودہ ﴿خِصَاءُ اُمتِی الصِّیامُ﴾ یعنی خصی شدن امت من روزہ داشتن است یعنی ہر کہ شہوت غالب باشد از روزہ داشتن دفع کند۔ چون در روزہ مشقت است لہٰذا رسولِ کریم ﷺ برائے دفع قوتِ شہوانی تجویز فرمودند نہ نماز را و حضرت خواجہ عالی شان خواجہ بہاؤالدین نقشبند رضی اللہ عنہ و امثالِ شان حکم کردہ اند۔

بدانکہ ہر عبادت کہ موافق سنت است آن عبادت مفید تر است برائے ازالہ رزائل نفس و تصفیہ عناصر و حصولِ قرب الٰہی۔

لہٰذا از بدعتِ حسنہ مثل بدعتِ قبیحہ اجتناب می کنند کہ رسول اللہ فرمودہ ﷺ

برکات میں فرق ہے۔ مشائخ نے کہا ہے کہ ناقص کی عبادت سے صرف اس قدر قرب حاصل ہوتا ہے کہ اگر بالغرض کوئی شخص پچاس ہزار سال عبادت کرے تو اولیاء کے ادنیٰ درجہ کو پہنچے گا اور مرتبہ ولایت پائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ تعرج الملئكة والروح اليه فی يوم كان مقداره خمثين الف سنة ﴾ یعنی ’’فرشتے اور جبریل علیہ السلام ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں‘‘

یہ فرمان گویا اوپر والی بات کی طرف اشارہ ہے۔ اور چونکہ دنیا کی ساری عمر بھی اس قدر نہیں ہوتی اس لیے ولایت کا حصول صرف ریاضت اور مجاہدہ سے متصور نہیں ہو سکتا۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

؎ سیر زاہد ہر شبے یک روزہ راہ　　سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

ترجمہ: زاہد کی سیر ہر رات کی ایک دن کے برابر ہوتی ہے جبکہ عارف کی سیر ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک ہوتی ہے۔

پس جاننا چاہیے کہ مشائخ جو مریدوں کو ریاضت اور مجاہدہ کا حکم دیتے ہیں تو اس سے مقصود تصفیہ عناصر اور تزکیہ نفس ہے نہ کہ حصولِ قرب۔ بلکہ تزکیہ و تصفیہ بھی صرف عبادت سے نہیں ہوتا جب تک صحبت مشائخ کی تاثیر اس کے ساتھ شامل نہ ہو۔

مسئلہ: بعض اکابر ایسا فرماتے ہیں کہ جس عبادت میں محبت و مشقت بہت ہو وہ رذائل نفس کے دور کرنے میں پوری پوری موثر ہوتی ہے۔ اس لیے ذکرِ جہر، چلے اور خلوت مانوس وغیرہ جیسے امور ایجاد کیے گئے۔ اور یہ بات رسول کریم ﷺ کے اس فرمان سے اخذ کی گئی ہے کہ ﴿خصاء امتی الصيام﴾ یعنی ’’روزہ رکھنا میری امت کا خصی ہونا ہے‘‘ یعنی جس پر شہوت غالب ہو اسے چاہیے کہ روزہ سے اس کو دور کرے۔ چونکہ روزہ میں مشقت ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے قوت شہوانی کو دور کرنے کیلئے روزہ کو تجویز فرمایا ہے نماز کو نہیں۔

حضرت خواجہ عالی شان خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ اور آپ جیسے دیگر بزرگان نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ عبادت جو سنت کے موافق ہے وہ رذائل نفس، تصفیہ عناصر اور قرب الٰہی کے حصول کے لیے زیادہ مفید ہے۔

اس لیے بدعت حسنہ سے بھی بدعت قبیحہ کی طرح بچتے ہیں کیونکہ رسول مقبول ﷺ

﴿كُلُّ مُحْدَثٍ بِدْعَةٌ وَكُلُ بِدْعَةٍ ضَلاَلَة﴾ پس نتیجه این حدیث آنست که ﴿کل محدث ضلالة﴾ وبدیہی است که ﴿لا شئی من الضلالة بهدايةٍ فلا شئی من المحدث بهدايةٍ﴾ ونیز درحدیث آمده ﴿ان القول لا يقبل مالم يعمل به وكلاهما لا يقبلان بدون النية والقول والعمل والنية لا تقبل مالم توافق السنة﴾ یعنی سخن مقبول نیست بدون عمل کردن وہردو مقبول نیستند بدون نیت وہرسہ مقبول نیستند تا که موافق سنت نباشند۔

اعمال غیر مطابق سنت مقبول نباشد: وچون اعمال غیر مطابق سنت مقبول نباشند ثواب برآن مترتب نشود۔ اگر مشقت را بر حصول قرب و دفع رزایل مدخلیت بودے رسول کریم ﷺ ازان منع نه فرمودے۔

ابو داؤد از انس ابن مالک روایت کرده ﴿لا تشددو علىٰ انفسكم فان قوماً شددو اعلىٰ انفسهم فشدد الله عليهم فتلك بقاياهم فى الصوامع والبيع ورهبانيه ابتدعوها ماكتبها عليهم﴾ یعنی سخت مگیرید برنفس ہائے خود بدرستیکه وے سخت گرفتند برنفوس خود پس حق تعالیٰ برآنہا سخت گرفت۔ این باقی ماندگانِ آن قوم اند درصومعه ہاودیر یعنی نصاریٰ اختراع آن کردند ورہبانیت فرض نکرده بود خدا برآنہا۔

درصحیحین مرویست که سه کس نزد ازواج رسول الله ﷺ آمدند واز عبادت رسول الله پرسیدند امہات مومنین از عبادت رسولِ کریم بآنہا نشان دادند آنہا آن راکم دانستند وگفتند که بارسول الله چه برابر ایست درشانِ او حق تعالیٰ فرموده ﴿لِيَغْفِرَلَكَ اللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَاتَاخَرَّهُ﴾ یکے گفت که من تمام شب عبادت میکنم خواب نمیکنم دوم گفت که من ہمیشه روزه میدارم افطار نمیکنم۔ ثالث گفت که نکاح نکرده ام وبازنان سروکار ندارم۔ رسول کریم ﷺ

نے فرمایا ہے ﴿کل محدث بدعة وکل بدعة ضلالة﴾ ہر نئی بات بدعت ہے اور تمام بدعتیں گمراہی ہیں'' پس اس حدیث کا نتیجہ یہ ہے کہ کل محدث بدعة اور ظاہر ہے کہ ﴿لا شئی من الضلالة بهداية فلا شئی من المهدث بهدايةٍ﴾ ''گمراہی کی کوئی چیز ہدایت نہیں ہے پس ہر نئی بات بھی ہدایت نہیں ہے۔

نیز حدیث پاک میں آیا ہے ﴿ان القول لا يقبل مالم يعمل به وكلاهما لا يقبلان بدونَ النية والقول والعمل والنية لا تقبل ما لم توافق السنة﴾ ''یعنی عمل کے بغیر کوئی زبانی بات مقبول نہیں۔ اور یہ دونوں (یعنی قول اور عمل) مقبول نہیں بغیر نیت کے اور یہ تینوں مقبول نہیں ہوتے جب تک کہ سنت کے موافق نہ ہوں''

خلافِ سنت اعمال مردود ہیں: اور جب سنت کے خلاف اعمال مقبول نہیں ہوتے اس لیے ان پر ثواب بھی مترتب نہیں ہوتا۔ اگر مشقت کو حصولِ قرب اور رفع رذائل میں کوئی دخل ہوتا رسول کریم ﷺ اس سے منع نہ فرماتے۔

ابوداؤد نے انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے ﴿لا تشددو علیٰ انفسکم فان قوماً شددوا علے انفسهم فشدد اللّٰه عليهم فتلك بقايا هم فی الصوامع والبيع ورهبانية ابتدعوها ماكَتَبهَا عليهم﴾ یعنی ''اپنے نفسوں کو سخت تنگ نہ کرو کیونکہ ایک قوم نے اپنے نفسوں پر سخت تنگی کی تھی پس اللہ تعالیٰ نے ان کو سخت تنگ کیا۔ اور یہ لوگ گرجاؤں اور معبدوں میں انہی کی اولاد ہیں۔ یعنی نصاریٰ نے رہبانیت خود اپنے اوپر فرض کی تھی۔ خدا تعالیٰ نے ان پر فرض نہیں کی تھی۔

صحیحین میں روایت ہے کہ تین افراد رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کی خدمت میں آئے اور ان سے رسول خدا ﷺ کی عبادت کے متعلق پوچھا۔ امہات المومنینؓ نے ان کو رسولِ مقبول ﷺ کی عبادت کے متعلق بتایا جس کو وہ بہت کم جانتے تھے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کی کوئی برابری ہو سکتی ہے ان کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر﴾ ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے'' ایک نے کہا میں تمام رات عبادت میں گزاروں گا اور نیند نہیں کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور افطار نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں نکاح نہیں کروں گا اور عورتوں سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا رسول کریم ﷺ

چون در خانه آمده این قصه شنید فرمود ﴿ اَلَا وَاللّٰه اِنِّیٓ اَخْشَاكُمْ مِنَ اللّٰه وَاَتْقٰكُمْ لَـهٗ ﴾ یعنی من بدرستیکه نسبت بشما خوفِ خدا زیاده دارم و متقی ترم لیکن من روزه می دارم وافطار می کنم وشب نماز می گزارم وخواب ہم میکنم و با زنان صحبت میدارم۔ پس ہر که از سنت من بیزاری کند از زمرهٔ تابعانِ من نباشد۔

اگر کسے گوید که من بریاضتِ شاقه ترقیات می بینم و مکاشفات وصفائی باطن مییابم که انکار آن نمی توانم کرد۔ گفته شود که کشف وخرق عادات وتصرف در عالم کون و فساد از ریاضت دست میدہد ولهذا حکمائے اشراقیین وجوگیانِ ہند بدان متمتع می شدند واین کمالات از نظر اعتبار اہل اللہ ساقط است بجوز و مویز نمی خرند دفعِ رزائلِ نفس وقتل شیطان و وسواس بے طورِ سنت ممکن نیست۔

؎ محال است سعدیؔ که راهِ صفا توان رفت جز درپے مصطفےٰ ﷺ

اگر کسے گوید که اگر ہمچنیں باشد پس باید که در سلاسل که ریاضتِ شاقه استعمال کنند کسے بمرتبه ولایت نرسد واین باطل است گفته شود که اولیاء اللہ ہمی تابعانِ سنت اند۔ بعضے ازان در متابعت فوقیت دارند بر بعضے واگر بدعت راه یافته در بعضے اعمال آنها راه یافته پس آن بعضے اعمال اگر موجبِ ازدیارِ قرب نباشند دیگر اعمال موافق سنت وصحبت مشائخ مکمل آنها را دستگیری می کند و بدرجه کمال میرسانند۔ علاوه آنکه آنچه بدعت در بعضے اعمال آنها راه یافته بنا بر خطاءِ اجتهادیست و مجتهد مخطی معذور است و یک درجه ثواب دارد و مجتهد مصیب دو درجه ثواب دارد واگر چنین نباشد عافیت بر فقها بلکه بر تمام عالم تنگ می شود واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل در تاثیر مشائخ: بدانکه ناقص وکامل ہر دو از صحبت کامل تر از آنها اخذ فیض میکنند انبیاء مثل حضرت یوشع بن نون و مانند آن از جناب اولوا العزم مثل

جب گھر تشریف لائے اور یہ قصہ سنا تو آپ نے فرمایا ﴿ اَلَا وَاللّٰہِ اِنِّیْ اَخْشَاکُمْ مِنَ اللّٰہِ وَ اَتْقٰکُمْ لَہٗ ﴾ یعنی ''یاد رکھو میں تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور زیادہ متقی ہوں' لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ اور عورتوں سے صحبت بھی کرتا ہوں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں پس جو شخص میری سنت سے منہ پھیرے وہ میرے پیروکاروں کے زمرہ میں سے نہیں ہے

اگر کوئی یہ کہے کہ میں سخت محنت سے ترقیات حاصل کرتا ہوں اور مکاشفات اور باطن کی صفائی پاتا ہوں کہ جس کا میں انکار نہیں کر سکتا تو جواباً کہا جائے گا کہ کشف، خرق عادات اور عالم کون و فساد میں تصرف ریاضت سے حاصل ہو سکتا ہے اس لیے حکمائے اشراقین اور ہندوستان کے جوگی اس سے بہرہ مند ہو جاتے ہیں لیکن اہل اللہ کی نظر کے اعتبار سے یہ کمالات نکمے ہیں کہ جنہیں جو اور نخود کی قیمت میں بھی نہیں خریدا جاتا نفس کی برائیوں کا دور کرنا اور شیطان و وسواس کا ہلاک کرنا طریقہ سنت کے بغیر ممکن نہیں

محال سعدیؔ کہ راہِ صفا
تواں رخت جز در پئے مصطفٰےؐ

ترجمہ: اے سعدیؔ حضرت محمد ﷺ کی پیروی کے بغیر راہِ صفا کو طے کرنا انتہائی مشکل ہے۔

اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ اگر اسی طرح ہو تو پھر چاہیے کہ بعض سلسلوں میں جو سخت ریاضت کرتے ہیں کوئی ولایت کے مرتبہ کو نہ پہنچے اور یہ باطل ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمام اولیاء اللہ سنت کے تابع ہیں۔ ان میں سے بعض پر سنت کی پیروی میں فوقیت رکھتے ہیں اور اگر بدعت داخل ہوئی ہے تو ان کے بعض اعمال میں ہوئی ہے اس لیے اگر ان کے بعض اعمال قرب کے زیادہ ہونے کے موجب نہ ہوں تو دوسرے اعمال کے سنت کے موافق ہونے اور مشائخ کامل کی صحبت سے ان کی دستگیری ہو جاتی ہے جو انہیں درجہ کمال تک پہنچا دیتی ہے۔ علاوہ ازیں جو بدعت ان کے بعض اعمال میں داخل ہو گئی ہے وہ خطائے اجتہادی پر مبنی ہے اور مجتہد جو خطا کا مرتکب ہو معذور ہے اور ایکدرجہ ثواب کا پاتا ہے اور جو مجتہد صحیح رائے رکھتا ہو وہ دو درجے ثواب کا پاتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو فقہا پر بلکہ تمام عا[illegible] امتی تنگ ہو جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

فصل۔ مشائخ کی تاثیر کا بیان

جاننا چاہیے کہ ناقص اور کامل دونوں اپنے سے زیادہ کامل سے فیض حاصل کرتے ہیں

جیسے انبیاء حضرت یوشع بن نون علیہ السلام وغیرہ اوالعزم

حضرت موسیٰ علیہ السلام اخذ فیض میکردند۔

مسئلہ: ناقصان را حصول ولایت نشود مگر بہ تاثیر صحبتِ کاملان چرا کہ تنہا عبادت آنہا مثمر ولایت نمی تواند شد چنانچہ بالا گذشت جذب مطلق کہ آن را اجتبا گویند در حق شان متصور نیست برائے عدمِ مناسبت او با حق تعالیٰ پس حصول فیض از حق سبحانہ تعالیٰ در حق عوام متصور نیست مگر بتوسط شخصے کہ در باطن مناسبت با خدا و در ظاہر مناسبت با بندگان داشتہ باشد و آن رسول اللہ است یا نائب او۔ بدون نائب مناسبت ظاہری با مستفیهان وصول فیض مستعذر است حق تعالیٰ می فرماید ﴿لَوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَسُوْلًا﴾ یعنی اگر بودے در زمین فرشتگان کہ میرفتند قرار گرفتندگان ہر آئینہ می فرستادیم بر آنہا از آسمان فرشتہ را بعنوان رسالت ولہٰذا بعد وفات رسول اللہ ﷺ از قبر شریف فیض نمی تواند رسید ﴿لعدم المناسبة الصورية﴾ پس واسطہ دیگرے باید نائب پیغمبر و وارث او وقال علیہ السلام ﴿اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ﴾ علماء ظاہر و باطن وارثان پیغمبران اند۔

مسئلہ: بعد از انکہ شخصے بمرتبہ کمال رسد او را از جنابِ الٰہی بے واسطہ فیض می تواند رسید و از عبادات ہم ترقیات می توان کرد حق تعالیٰ می فرماید ﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ یعنی سجدہ کن و با خدا نزدیکی جو و از قبر شریف رسولِ کریم و از قبور اولیاء ہم اخذ فیوض می توان کرد۔

مسئلہ: مقصود اصلی از ارسالِ رسل ہمیں تاثیر صحبت است چرا کہ مسائلِ فقہ و عقائد از ملائکہ ہم استفادہ می توان کرد چنانچہ حدیث جبریل دلالت میکند کہ رسول اللہ ﷺ فرمودہ ﴿هٰذَا جِبْرِيْلُ جَآئَكُمْ لِيُعَلِّمَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ این جبریل است آمدہ پیش شما تا بیاموزد شما را دین شما پس بر مناسبت

پیغمبروں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فیض حاصل کرتے تھے۔

مسئلہ: ناقصوں کو ولایت حاصل نہیں ہوتی مگر کاملوں کی تاثیر صحبت سے کیونکہ تنہا ان کی عبادت ولایت کا ثمر نہیں پاسکتی۔ جیسے کہ پہلے گزر چکا کہ جذبِ مطلق جس کو اجتبا کہتے ہیں' ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناسبت نہ رکھنے کے سبب متصور نہیں ہے۔ اس لیے کہ حق سبحانہ تعالیٰ سے حصولِ فیض عوام الناس کے حق میں متصور نہیں ہے مگر کسی ایسے شخص کے توسط سے کہ جو باطن میں خدا سے اور ظاہر میں بندوں سے مناسبت رکھتا ہو اور وہ اللہ کا رسول ﷺ یا اس کا نائب ہے۔ نائب کی مناسبت ظاہری کے بغیر طالبوں کو فیض پہنچانا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿لوکان فی الارض ملائکة یمشون مطمئنین لنزلنا علیهم من السمآء ملکاً رسولاً﴾ یعنی اگر زمین پر فرشتے رہتے بستے ہوتے تو ضرور ہم ان پر کوئی فرشتہ ان کے پاس رسول بنا کر بھیجتے'' اسی لیے رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد آپ کی قبر مبارک سے فیض نہیں پہنچ سکتا۔ ﴿بعدم المناسبة الصوریة﴾ (کیونکہ ظاہری مناسبت نہیں ہے)

اس لیے دوسرا واسطہ درکار ہے جو پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کا نائب اور وارث ہو۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے ﴿العلماء ورثة الانبیآء﴾ ''یعنی علمائے ظاہرہ و باطن انبیاء کے وارث ہیں''۔

مسئلہ: جب کوئی شخص مرتبہ کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اس کو جناب الٰہی سے بے واسطہ فیض پہنچ سکتا ہے اور عبادت سے بھی ترقیات حاصل کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَالسُجُدُ واقترب﴾ ''سجدہ کر اور رب کا قرب حاصل کر'' اور رسول کریم ﷺ کے مزار مبارک اور اولیاء کرام کی قبور سے فیض حاصل کرسکتا ہے۔

مسئلہ: پیغمبران کرام علیہم السلام کے بھیجنے کا اصلی مقصد یہی تاثیرِ صحبت ہے کیونکہ فقہ اور عقائد کے مسائل ملائکہ سے بھی حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث جبریل اس پر دلالت کرتی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿هذا جبرئیل جآء کم لیعلمك دینکم﴾ ''یعنی یہ جبریل علیہ السلام ہیں جو تمہارے پاس آئے ہیں تاکہ تمہیں تمہارا دین سکھائیں'' اس سے ثابت ہوا کہ مناسبت

تامہ موقوف نیست مگر تاثیرِ صحبت کہ مثمر ولایت است ولہذا ارسل از بشر آمدند حق تعالیٰ می فرماید ﴿ لَقَدْ جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِكُمْ ﴾ ہر آئینہ آمد شمارا رسول از جنسِ شما وفرمود ﴿لَوْكَانَ فِیْ الْاَرْضِ مَلآئِكَةٌ يَمْشُوْنَ الْاٰيَه﴾

سلسلہ اویسی

مسئلہ: بعضے کسان را کہ استعداد بسیار قوی دادہ است گاہ باشد کہ از روحِ پیغمبر یا از روحِ کسے ولی اورا فیض رسد و بمرتبہ ولایت راسند و آن را اویسی گویند چرا کہ اویس قرنی بے دریافت صحبت سید البشر ﷺ اخذ فیض از آنجناب کردہ۔

مسئلہ: ریاضت تنہا بے تاثیر صحبت برائے ازالہ رزائلِ نفس وحصولِ ولایت کفایت نمی کند وتاثیر صحبت انبیاء کہ بالاصالتہ کمالات ولایت وکمالات نبوت نیز حاصل میدارند و تاثیر صالح کسانیکہ بہ تبعیت کمالات نبوت دارند چنانچہ اصحاب رسول اللہ ﷺ، ہم برائے دفع رزائلِ نفس وحصولِ ولایت کفایت میکند لیکن بآن مشابہت کہ در یک دو صحبت کفایت کند بلکہ در مدتے تاثیر صحبت دیگر اولیاء بدون ریاضتِ مرید تنہا کفایت نمی کند کہ اگر فقط جذب از کسے ولی بدست آید بدون ریاضت و سلوک آن است۔

فائدہ: جذبِ الٰہی کہ بے واسطہ انبیاء علیہم السلام است اجتباء صرف است ہمچنین آنچہ بواسطہ انبیاء است و آنچہ بواسطہ اولیاست ہدایت صرف است کہ موقوف است بر نیابت و آنچہ بواسطہ ارباب کمالات نبوت است اصحاب باشند یا غیر آن اجتباست کہ دران بوے ہدایت است یا ہدایات است کہ دراں بوے اجتباست۔ اول را مرادیت وثانی را مریدیت گفتن لائق است ﴿ واللہ یجتبی الیہ من یشآء ویہدیٓ الیہ من یُنیب ﴾ حق تعالیٰ اجتبا میکند ہر کرا می خواہد یعنی بدونِ سعی او برگزیدہ میکند وہدایت میکند کسے را کہ

اس پر ہی تاثیرِ صحبت موقوف ہے جس کا ثمرہ ولایت ہے۔ اسی لیے رسول انسانوں میں سے ہی آئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لقد جآئکم رسول من انفسکم﴾ بے شک تمھارے پاس آیا رسول تمھاری جنس سے" اور فرمایا ﴿لو کان فی الارض ملآئکة یمشون﴾ (الآیہ)

مسئلہ: بعض لوگوں کو کہ جن کو بہت قوی استعداد دی گئی ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس کو پیغمبر کی روح سے یا کسی ولی کی روح سے فیض پہنچتا ہے اور اس کو ولایت کے مرتبے پر پہنچا دیتا ہے۔ اسے اویسی کہتے ہیں جس طرح کہ حضرت اویس قرنیؓ نے سید البشر ﷺ کی صحبت سے مشرف نہ ہوئے۔ آپ ﷺ سے فیض حاصل کیا ہے۔

مسئلہ: اکیلی ریاضت، تاثیرِ صحبت کے بغیر نفس کی برائیوں کو دور کرنے اور ولایت کے حصول کے لیے کافی نہیں ہوتی۔ اور انبیاء کرام کہ جنہیں بے واسطے کمالات ولایت اور کمالات نبوت حاصل ہوتے ہیں، کی تاثیرِ صحبت اور نیک لوگوں کو پیروی سے کمالات نبوت رکھتے ہیں' کی صحبت کی تاثیر، مثلاً صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ نفس کی برائیوں کو دور کرنے اور ولایت حاصل کرنے کے لیے کافی ہے۔ لیکن اس کے لیے ایک دو صحبتیں کافی نہیں ہیں بلکہ بڑی مدت لگتی ہے۔ دیگر اولیاء کرام کی تاثیرِ صحبت تنہا مرید کی ریاضت کے بغیر کافی نہیں ہوتی کہ اگر فقط جذب کسی ولی سے حاصل ہوا ہو تو بلا ریاضت اور سلوک کے ہوتا ہے۔

فائدہ: جذب الٰہی کہ جو انبیاء علیہم السلام کے واسطہ کے بغیر ہوتا ہے وہ خالص اجتباء ہے۔ اسی طرح جو انبیاء کرام کے واسطہ اور اولیاء کرام کے واسطے سے ہے وہ خالص ہدایت ہے اور اس کا انحصار نیابت پر ہے۔ اور جو ارباب کمالات نبوت یعنی اصحابؓ یا دوسرے لوگوں کے واسطے سے ہو وہ ایسا اجتبا ہے کہ جس میں ہدایت کی بُو ہے یا ایسی ہدایت ہے کہ جس میں اجتبا کی بو ہے۔ پہلی قسم کو مرادیت اور دوسری کو مریدیت کہنا مناسب ہے ﴿واللہ یجتبیٓ الیہ من یشآء ویھدی الیہ من ینیب﴾ "اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اجتبا کرتا ہے یعنی بغیر کوشش کے انتخاب فرما لیتا ہے اور جو رجوع کرتا ہے"

رجوع می آرد۔

مسئلہ: جذب مطلق کہ عبارت است از اجتبا چنانچہ انبیاء رامی باشد بسبب مناسبت بامبداء فیاض اولیا راہم دست میدہد لیکن بعد حصول مناسبت تام باحق تعالیٰ چراکہ مانع از جذب مطلق عدم مناسبت بود وآن بمناسبت متبدل شد پس معلوم شد کہ صوفی چون بسیر مریدی واصل شود و دیگر منازل طے کردہ بمقام محبوبیت رسد و بمتابعت رسول خدا ﷺ محبوب خدا گردد و درین وقت اجتباء او بہ نیابت موقوف نباشد پس ازان آنچہ ترقیات او را خواہد شد بسیر مرادی خواہد شد۔

مسئلہ: گاہ باشد کہ اجتبا و جذبِ مطلق مرید را دست دہد و پیر او را دست ندادہ باشد پس درین صورت مرید از پیر افضل شود۔ مرآد رومی از شیخ تاج الدین روایت کردہ کہ گفت کہ گاہ باشد کہ حق تعالیٰ جذب کند بندہ را بسوئے خود و ہیچ استادے را بروئے نگذارد۔ از حسن پرسیدند کہ مرشد تو کیست فرمود پیش ازین عبدالسلام بن مشیش بود اکنون دہ دریاست و پنج در آسمان است و پنج در زمین است۔ از ابن مشیش پرسیدہ شد کہ مرشد تو کیست گفت پیش ازین حماد دباس بود اکنون از دو دریا میخورم دریائے نبوت و دریائے فتوت۔

(ا) مسئلہ: ہرچند مرید از پیر افضل شود لیکن حق تربیت شیخ برگردن او باقی است۔

فائدہ: چون مذکور شدہ کہ ترقی در قرب از سہ چیز است برکاتِ عبادات و تاثیر مشائخ و جذب مطلق پس باید دانست کہ از برکات عبادات قوت و وسعت و اقربیت حاصل می شود لیکن در یک مقام و ترقی از مقامے بمقامے یعنی از ولایتِ صغریٰ بولایت کبریٰ و ازان بولایتِ علیاء و ازانجا بکمالات نبوت نتواند شد و از تاثیر صحبت ترقی از مقامے بمقامے حاصل می شود تا تمام مقام شیخ و از جذب مطلق ترقیات از مقامے بمقامے

اس کو ہدایت کرتا ہے۔

مسئلہ: جذب مطلق کہ جس سے مراد اجتبا ہے جو کہ انبیاء کرام کو مبداء فیاض (اللہ تعالیٰ) سے مناسبت رکھنے کے باعث حاصل ہوتا ہے اولیاء کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مکمل نسبت رکھنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جذب مطلق کا مانع عدم مناسبت ہوتا ہے اور وہ مناسبت سے تبدیل ہو گیا پس معلوم ہوا کہ صوفی جب سیر مریدی سے واصل ہوتا ہے اور دوسری منزلیں طے کر کے مقام محبوبیت تک پہنچ جاتا ہے اور رسولِ خدا ﷺ کی متابعت سے محبوب خدا ہو جاتا ہے تو اس وقت اس کے اجتباء کا نیابت پر انحصار نہیں رہتا بلکہ اس کے بعد اس کو جو ترقیات حاصل ہوں گی وہ سیر مرادی سے حاصل ہوں گی۔

مسئلہ: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرید کو اجتباء اور جذب مطلق حاصل ہو جاتا ہے اور پیر کو وہ چیز حاصل نہیں ہوتی تو اس صورت میں مرید، پیر سے افضل ہو جاتا ہے۔ مراد رومی نے شیخ تاج الدین سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو اپنی طرف جذب کر لیتا ہے اور اس پر کوئی استاد مقرر نہیں کرتا۔ حسنؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کا مرشد کون ہے؟ فرمایا کہ پہلے تو عبدالسلام بن مشیشؒ تھے اب دس دریا ہیں پانچ آسمان میں اور پانچ زمین میں۔ ابن مشیشؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کا مرشد کون ہے؟ فرمایا کہ اس سے پہلے حضرت حماد دباس تھے اب دو دریاؤں سے سیراب ہوتا ہوں ایک دریائے نبوت اور دوسرا دریائے فتوت (یعنی سخاوت)

مسئلہ: ہر چند کہ مرید، پیر سے افضل ہو جائے لیکن پھر بھی شیخ کی تربیت کا حق اس (مرید) کی گردن پر باقی رہتا ہے۔

فائدہ: جب یہ چیز واضح ہو گئی کہ قرب کی ترقی تین چیزوں سے ہوتی ہے۔

(۱) برکاتِ عبادت (۲) تاثیر شیخ (۳) جذب مطلق

پس جاننا چاہیے کہ عبادات کی برکت سے قوت، وسعت اور اقربیت حاصل ہوتی ہے لیکن ایک مقام میں۔ اور ایک مقام سے دوسرے مقام تک یعنی ولایت صغریٰ سے ولایت کبریٰ تک پھر اس سے ولایت علیاء تک اور اس سے کمالات نبوت تک ترقی نہیں ہو سکتی۔ جبکہ تاثیر صحبت سے ایک مقام سے دوسرے مقام میں مقام شیخ تک ترقی ہو سکتی ہے۔ اور جذبِ مطلق سے مقام بمقام برابر ترقیات

الیٰ ماشاء اللہ تعالیٰ دست میدہد واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل دراستعداد: بدانکہ حق سبحانہ تعالیٰ درانسان استعداد قرب ومعرفت خود نہادہ وآن استعداد مستلزم ہدایت بالفعل است قال اللہ تعالیٰ ﴿لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین امنوا وعملو الصلحت﴾ یعنی ہر آئینہ پیدا کردیم انسان را در بہترین حقیقت یعنی استعداد کمالات دارد پستر رد کردیم اور ا پائین تر از پائین تا آنکہ مثل خود را یا نا چیز تر از خود را عبادت کند مگر کسے کہ ایمان آورد و عمل صالح کرد قال علیہ السلام ﴿ما من مولودٍ الا وَیُولد علیٰ فطرةٍ ثم ابواہ یھودانہ الحدیث﴾ لیکن افراد انسانی در کیفیت استعداد مختلف اند قال علیہ السلام ﴿الناس معادن کمعادن الذھب والفضة خیارکم فی الجاھلیة خیارکم فی الاسلام اذا فقھوا﴾ پس چنانچہ در معادن اختلاف است کہ اہلیت ذہب در معدن آہن ونحاس نیست واہلیت آہن در معدن ذہب نیست ہمچنین افراد انسانی قابلیات متغائرہ دارند قال اللہ تعالیٰ ﴿وقد خلقکم اطوارا﴾ یعنی بدرستیکہ خدا شمارا بر چند طور پیدا کرد واین کیفیات ناشی اند از صفات نفس وعناصر از شدت وضعف و مانند آن و ہدایت وضلالت ہر دو جائے ظاہر می شود ﴿خیارکم فی الجاھلیة خیارکم فی الاسلام﴾ بران دلالت می کند۔ صدیق اکبر تعجب کرد در حق عمر فرمود ﴿اخیار فے الجاھلیة وخوار فی الاسلام﴾

ونوعے دیگر است بسبب در اختلاف استعداد انسانی کہ حرفے او ظلال اسماء الٰہی اند باظلال یک مرتبہ یا دہ مرتبہ یا صد مرتبہ ﴿الیٰ ما یعلمہ اللّٰہ تعالیٰ﴾ ونیز بعضے ظلال اسم الہادی اند وبعضے ظلال اسم المضل۔ این نوع استعداد مستلزم ہدایت و ضلالت است ہر کہ مبدء تعین او ظل اسم الہادی است ہر آئینہ بہدایت

حاصل ہوتی چلی جاتی ہیں جہاں تک خدا کو منظور ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل۔ استعداد کا بیان

جان لو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے انسان میں اپنی قرب و معرفت کی استعداد رکھی ہے اور اس استعداد کو ہدایت بالفعل لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ﴿لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناه اسفل سافلین الا الذین امنوا وعملوا الصلحت﴾ یعنی ''یقیناً ہم نے انسان کو بہترین حقیقت میں پیدا کیا یعنی وہ کمالات کی استعداد رکھتا ہے پھر ہم نے اس کو رد کیا نیچے سے نیچے تک (یہاں تک وہ اپنے جیسے یا اپنے سے بھی زیادہ ناچیز کی عبادت کرنے لگتا ہے) مگر وہ اشخاص جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے'' رسول خدا ﷺ نے فرمایا ﴿مامن مولود الا ویولد علی فطرةٍ ثم ابواه یهودانه﴾ (الحدیث) لیکن ہر انسانی فرد میں استعداد کی کیفیت مختلف ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ﴿الناس معادن کمعادن الذهب والفضة خیارکم فی الجاهلیة خیارکم فی الاسلام اذافقهوا﴾ ''انسان کان کی طرح سے ہیں جیسے سونے کی کان اور چاندی کی کان۔ تم میں سے جو لوگ عہد جہالت میں بھلے لوگ تھے وہ اسلام میں بھی بھلے لوگ ہیں جب ان کو سمجھ آ گئی'' جس طرح تمام کانوں میں فرق ہوتا ہے یعنی کہ سونے کی اہلیت لوہے اور تانبے کی کان میں نہیں ہوتی اور لوہے کی اہلیت سونے کی کان میں نہیں ہوتی اسی طرح انسانی افراد میں بھی قابلیت و استعداد مختلف ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وقد خلقکم اطوارً﴾ ''اور یقیناً ہم نے تم کو مختلف طور پر پیدا کیا'' اور یہ کیفیات مبتدی انداز میں نفس و عناصر کی صفات میں شدت اور ضعف وغیرہ کے لحاظ سے پیدا ہوتی ہیں اور ہدایت و گمراہی دونوں جگہ ظاہر ہوتی ہے۔ ﴿خیارکم فی الجاهلیة خیارکم فی الاسلام﴾ اس پر دلالت کرتی ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ جو متعجب ہوئے اور حضرت عمرؓ کے حق میں فرمایا ﴿اخیار فی الجاهلیة وخوار فی الاسلام﴾ ''جاہلیت میں نیک اور اسلام میں رسوا'' اس کی دوسری نوعیت ہے۔ انسانی استعداد میں اختلاف کا ایک سبب ہے کچھ ان میں سے اسماءِ الٰہی کا سایہ ہیں۔ یہ سایہ یا تو ایک درجہ کا ہے۔ یا دس درجہ کا یا سو درجہ کا۔ الی ما یعلمه الله تعالیٰ

اور نیز بعض اسم ''الہادی'' کا سایہ ہیں اور بعض اسم ''المضل'' کا۔ استعداد کی یہ قسم ہدایت و گمراہی کو لازم ہے۔ جس استعداد کا مبدا تعین اسم ''الہادی'' کا سایہ ہے وہ یقیناً ہدایت کو

خواہد رسید و ہر کہ مبدءِ تعین او ظل اسم المضل است او ہر آئینہ گمراہ خواہد بود لیکن از بودن مبدءِ تعین شخص ظلال اسم الہادی لازم نیست کہ بدرجہ ولایت رسد اما ہر کرا حق تعالیٰ بفضل خود بمرتبہ رساند آن زمان تفرقہ مراتب بسبب قرب و بعد ظلی کہ مبدءِ تعین اوست باصل ظاہر خواہد شد ہر کرا مبدءِ تعین اعلیٰ و اقرب باشد ولایتِ او اشرف خواہد بود صدیق را چون مبدءِ تعین دائرہ ظلال نقطہ اعلیٰ بود آنحضرت در مرتبہ ولایت ہم اسبق و اشرف آمدہ۔

مسئلہ: ثمرۂ اختلاف استعدادات بنوع ثانی یعنی باعتباری مبادی تعینات در ولایت ظاہر می شود خصوصاً در ولایت صغریٰ و ثمرۂ اختلاف بنوع اول در جمیع مقامات ظاہر شود چرا کہ معاملہ بالطائف عالم امر و فیوض مبادی تعینات در ولایت صغریٰ است و چیزے ازان در ولایت کبریٰ ہم و در اکثر دوائر ولایت کبریٰ معاملہ بانفس است و در ولایت علیا باعناصر سہ گانہ و در کمالات نبوت باعنصر خاک و مافوق آن ہیئت وحدانی واللہ اعلم۔

مسئلہ: ممکن است کہ بعضے اولیا از بقیہ طینت بعضے انبیاء پیدا شدہ باشند و ہم از طینت رسول اللہ ﷺ پیدا شدہ باشند۔

سوال: این معنی معقول نمی شود چرا کہ ہر کس از نطفہ والدین خود پیدا می شود۔

مسئلہ: اکثر چیز ہستند کہ بعقل انسان ثابت نمی تواند شد از شرع ثابت می شود یا کشف و الہام چنانچہ نفس ولایت کہ عبارت از قرب بیچون است امام محی السنۃ بغوی در تفسیر معالم التنزیل در تفسیر کریمہ ﴿منہا خلقنکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃً اُخریٰ﴾ قول عطائے خراسانی ذکر کردہ کہ گفتہ نطفہ کہ در رحم قرار می گیرد فرشتہ پارۂ خاک می آرد ازمکانے کہ دران دفن کردہ خواہد شد پس در نطفہ می انداز د پس از خاک و نطفۂ آدمی پیدا می شود۔ و خطیب از ابن مسعودؓ روایت کردہ کہ رسول اللہ ﷺ

پہنچے گا اور جس کا مبداء تعینِ اسم ''المضل'' کا سایہ ہے وہ یقیناً گمراہ ہو گا۔ لیکن کسی شخص کا مبدا تعین اسم ہادی کا سایہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ولایت کے درجہ تک پہنچے۔ لیکن جس کسی کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس مرتبہ تک پہنچا دے۔ اس وقت مراتب کا فرق اس ظل کے قُرب اور بُعد کے سبب سے جو اس کے تعین کا مبدء ہے حقیقت میں ظاہر ہو جائیگا۔ جس کسی کا مبدء تعین اعلیٰ اور اقرب ہو گا اس کی ولایت بھی اشرف ہو گی۔ حضرت صدیق اکبرؓ کا مبدء تعین چونکہ دائرہ ظلال کا اعلیٰ مقام تھا اس لیے وہ ولایت میں بھی سب سے زیادہ پیش قدم اور برتر رہے۔

مسئلہ: دوسری قسم میں استعدادات کے اختلاف کا ثمرہ یعنی مبادی تعینات کے اعتبار سے ولایت میں ظاہر ہوتا ہے خصوصاً ولایت صغریٰ میں۔ جبکہ پہلی قسم میں اختلاف کا ثمرہ تمام مقامات میں ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ لطائف عالم امر اور مبادیٔ تعینات کے فیوض کا معاملہ ولایت صغریٰ میں ہے۔ اور اس کا کچھ حصہ ولایت کبریٰ میں بھی آتا ہے اور ولایتِ کبریٰ کے اکثر دائروں میں معاملہ نفس کے ساتھ ہے اور ولایت علیا میں تین عناصر کے ساتھ اور کمالات نبوت میں عنصر خاک کے ساتھ اور اس کے اوپر ہیئت وحدانی ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ: ممکن ہے کہ بعض اولیاء بعض انبیاء کے باقی خمیر (مٹی) سے پیدا ہوئے ہوں نیز یہ کہ رسولِ اکرم ﷺ کے بقیہ خمیر (مٹی) سے پیدا ہوئے ہوں۔

سوال: یہ بات قرین عقل نہیں لگتی کیونکہ ہر شخص اپنے والدین کے نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔

جواب: اکثر چیزیں ایسی ہیں جو انسانی عقل سے ثابت نہیں ہو سکتیں مگر شرع سے ثابت ہوتی ہیں یا کشف والہام سے جیسے کہ نفس ولایت کہ جس سے مراد بے مثل (خدا) کا قرب ہے۔ امام محی السنۃ بغویؒ نے تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں کہ ﴿منها خلقنكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرى﴾ 'اس نے تمہیں پیدا کیا اور اس نے تمہیں پروان چڑھایا اور اس نے تمہارے لیے حکم دیا پھر اٹھانے کو' عطا خراسانیؒ کا قول ذکر کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نطفہ جو رحم میں ٹھہر جاتا ہے تو ایک فرشتہ تھوڑی سی مٹی اس جگہ سے لاتا ہے کہ جہاں بعد میں اس کو دفن کیا جائیگا۔ نطفہ میں ڈال دیتا ہے اس طرح خاک اور نطفہ سے آدمی پیدا ہوتا ہے۔ اور خطیبؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فرمودما﴿من مولود الا وفی سرته من تربته التی یولد منها فاذا رد الیٰ ارزل عمره ردّ الیٰ تربته التی خلق منها یدفن فیها وانی وابابکرٍ وعمر خلقنا من تربةٍ واحدةٍ وفیها ندفن﴾ یعنی نیست ہیچ مولود مگر آنکہ درناف او خاکے است کہ ازان پیدا شدہ بود پس چون بارزل عمر یعنی بوقت مرگ رسد بازگردانیدہ شود بہمان خاک کہ ازان پیدا شدہ بود و دفن کردہ شود در آن۔ بدرستیکہ من و ابوبکر و عمر از یک خاک پیدا شدہ ایم و یکجا مدفون خواہیم شد۔ مرزا محمد بدخشانیؒ گفتہ کہ این حدیث را شواہد انداز ابنِ عمر و ابن عباس و ابوسعید و ابوھریرہ۔ بعضے را بعضے قوت میدہد۔

وقتیکہ در شرح صحیح بخاری در کتاب جنایز قول ابنِ سیرین آوردہ کہ گفت اگر قسم یاد کنم صادقم و شک ندارم درانکہ رسول اللہﷺ و ابوبکر و عمر از یک طینت پیدا شدہ اند۔ و رسول کریم عبداللہ بن جعفر را فرمود کہ تو از طینت من پیدا شدہٴ و پدر تو با فرشتگان در آسمان طیران میکند و جائز است کہ خاکے کہ حق تعالیٰ برائے پیغمبری مہیا کردہ باشد و از بدو خلقت زمین آن را با انوار برکات و نزول رحمت پرورش کردہ باشد از جملہ آن چیزے بقیہ ماندہ باشد کہ خمیر مایہ شخصے از اولیاء شود۔ این امر عقلاً محال نیست و از شرع مستفاد و از کشف ثابت می شود و این را در اصطلاح اصالت گویند و صاحب اصالت در نظر کشفی چنان بنظر می درآید کہ گویا جسدِ او مرصع است از جواہر و اجسادِ دیگراان از آب و گل۔

مسئلہ: اصالت ہر چند موجب فضل است اما م افضلیت صاحبِ اصالت برکسانیکہ افضلیتِ شان باجماع ثابت است لازم نمی آید۔ نمی بینی کہ عبداللہ ابن جعفر

﴿مامن مولود الا وفی سرته من تربته التی یولد منها فاذا رد الیٰ ارذل عمره رد الیٰ تربته التی خلق منها یدفن فیها وانّی وابابکر وعمر خُلِقنا من تربةٍ واحدةٍ وفیها ندفن﴾ یعنی ”ہر پیدا شدہ کی ناف میں مٹی ہے جس سے وہ پیدا ہوا۔ پس جب وہ ارزل عمر یعنی موت کے وقت کو پہنچتا ہے تو اس کو اس مٹی کی طرف لوٹایا جاتا ہے جس سے پیدا ہوا تھا۔ اسی میں دفن کیا جاتا ہے اور بے شک میں اور ابو بکرؓ اور عمرؓ ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور اسی میں دفن کیے جائیں گے“ مرزا محمد بدخشانیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تائید میں کئی احادیث ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابو سعیدؓ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ بعض کو بعض تقویت دیتی ہیں، چنانچہ صحیح بخاری کی شرح کتاب الجنائز میں ابن سیرینؒ کا قول لائے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر میں اس بات پر قسم کھاؤں تو میں سچا ہوں اور مجھے کچھ شک نہیں ہے۔ رسول کریم ﷺ اور ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ ایک مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن جعفرؓ سے فرمایا کہ ”تو میری مٹی سے پیدا ہوا ہے اور اتیرا باپ آسمان پر فرشتوں کے ساتھ اڑ رہا ہے۔“ اور یہ مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مٹی کسی پیغمبر کے لیے مہیا کی ہو اور زمین کی پیدائش کے وقت سے اس کو انوار و برکات اور نزول رحمت سے پرورش کیا ہو اور اس میں سے کچھ مٹی بچ رہی ہو وہ کسی ولی کے جسم کا خمیر بن جائے۔ یہ بات عقلاً محال نہیں ہے اور شرع سے اس کا پتہ ملتا ہے اور کشف سے ثبوت حاصل ہوتا ہے اور اس کو اصطلاح میں ”اِصالت“ کہتے ہیں اور صاحب اصالت کشفی کی نظر میں اس طرح دکھائی دیتا ہے کہ گویا اس کا جسم جواہرات سے آراستہ ہے اور دوسروں کا جسم پانی اور مٹی سے بنا ہے۔

مسئلہ: ہر چند اصالت موجب فضل ہے لیکن صاحب اِصالت کی افضلیت ان لوگوں پر جن کی افضلیت اجماع سے ثابت ہے لازم نہیں آتی۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ عبداللہ بن جعفرؓ

بموجب نص حدیث صاحبِ اصالت است حالانکہ عثمان و علی و حسن و حسین رضی اللہ عنہم از وے افضل اند باجماع۔

مقامِ پنجم در مقاماتِ قربِ الٰہی

بدانکہ سبحانہ وتعالیٰ موصوف است بصفاتِ وجودیہ حقیقیہ واضافیہ وصفات سلبیہ و اسمائے حسنیٰ چنانچہ قرآن و حدیث بدان ناطق است واز کشفِ اولیا ثابت است کہ اسمائے وصفاتِ الٰہی را ظلال اند واسما وصفات الٰہی مبادی تعینات انبیاء و ملائکہ اند وظلال مبادی تعینات دیگران اند اگر کسے گوید کہ عقل وشرع تجویز می کند کہ اسما و صفاتِ الٰہی را ظلال باشند۔ خود مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ در مکتوب صد و بست ودوم از جلد ثالث نوشتہ اند کہ واجب تعالیٰ را ظل نبود کہ ظلِ موہم تولید مثل است و منبئی از شائبہ عدم کمال لطائف اصل۔ ہرگاہ محمد ﷺ را از لطافت ظل نبود خدائے محمد را چگونہ ظل باشد،۔ جواب گفتہ شود کہ مراد از ظلال نہ آنست کہ عوام آنرا فہمند بلکہ مراد آنست کہ لطائف اند از مخلوقات الٰہی کہ آن را نسبت تام است با اسماء وصفاتِ الٰہی کہ بدان مناسبت واسطہ می شوند برائے رسانیدن فیض وجود توابع وجود از اسما وصفات الٰہی با عالمیان بدین مناسبت آن را بنا بر ماساخت ظل گفتہ می شود یا در حالتِ سکر ظل دانستہ می شود چنانچہ حضرت مجدد در ہمان مکتوب نوشتہ اند کہ این قسم علوم اگر اثبات نسبت نماید درمیان واجب تعالیٰ و ممکن ، کہ شرع ما بہ ثبوت آن وارد نشدہ است ہمہ از معارفِ سکریہ است۔ موجود در خارج بالذات و بالاستقلال حضرت ذات است وصفات ثمانیہ حقیقیہ او تعالیٰ وتقدس ماسوائے آن ہر چہ باشد بایجادِ او تعالیٰ موجود گشتہ است و ممکن و مخلوق و حادث است و ہیچ مخلوق ظلِ خالق نیست این علم ظلیت عالم سالک را در راہ بسیار بکار می آید و کشان کشان باصل می برد

نص حدیث کے بموجب صاحبِ اصالت ہیں حالانکہ عثمان، علی، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم بالاجماع ان سے افضل ہیں۔

مقام پنجم ۔ مقامات قربِ الٰہی کا بیان

جان لو کہ حق سبحانہ تعالیٰ صفاتِ وجودیہ حقیقیہ اور اضافیہ، صفات سلبیہ اور اسمائے حسنیٰ سے موصوف ہے۔ چنانچہ قرآن اور حدیث اس پر گواہ ہیں۔ اور اولیاء کے کشف سے ثابت ہے کہ اسماء اور صفات الٰہی کے ظلال ہیں۔ اور اسماء وصفاتِ الٰہی انبیاء اور ملائکہ کے مبادی تعینات ہیں۔ اور یہ ظلال دوسروں کے مبادی تعینات ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اسماء وصفات الٰہی کا ظلال ہونا عقل وشرع کے نزدیک جائز نہیں۔ خود مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوب نمبر **122** جلد سوم میں لکھا ہے کہ واجب تعالیٰ کا ظل نہیں ہوتا کیونکہ ظل سے مثل پیدا ہونے کا وہم پیدا ہو سکتا ہے اور کمال لطافت سے اصل کے عدم کا شائبہ پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت محمد ﷺ کا بوجہ لطافت سایہ نہ تھا تو محمد ﷺ کے خدا کا سایہ (ظل) کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ظلال کا مفہوم وہ نہیں ہے جو عوام سمجھتے ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ مخلوقات الٰہی کے لطائف ہیں جو اسماء صفاتِ الٰہی کے ساتھ مکمل نسبت رکھتے ہیں اور اس مناسبت کے سبب اسماء وصفات الٰہی وجود اور تابع وجود کا فیض اہل عالم کو پہنچانے کا واسطہ بن جاتے ہیں۔ اس مناسبت کو پوشیدہ رکھنے کے سبب ظل کہا جاتا ہے۔ یا سکر (مستی) کی حالت میں اس کو ظل سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اسی مکتوب میں لکھا ہے کہ اگر اس قسم کے علوم واجب تعالیٰ اور ممکن کے درمیان نسبت ثابت کریں مگر ہماری شرع اس کے ثبوت میں وارد نہیں ہوئی تو یہ سب معارف سکریہ میں سے ہیں۔ خارج میں موجود بالذات اور بالاستقلال حضرت عزت تعالیٰ وتقدس کی ذات ہے اور اس کی آٹھوں حقیقی صفات۔ اس کے سوا جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہوا ہے۔ اور سب ممکن ومخلوق حادث ہے اور کوئی مخلوق خالق تعالیٰ کا ظل نہیں ہے۔ ظلیت کا یہ علم عالم سالک کو راہ میں بڑا کام دیتا ہے اور اس کو کشاں کشاں اصل تک لے جاتا ہے۔

وفقیر گوید آنچہ درحدیث وارد شدہ است ﴿ان للّٰہ تعالیٰ سبعین الف حِجابٍ من نورٍ و ظلمةٍ لو کشف لا حرقت سبحات وجهه ماانتهیٰ الیه بصره من خلقه ﴾ یعنی بدرستیکہ برائے خدائے تعالیٰ ہفتاد ہزار حجاب انداز نور و ظلمت اگر دُور می شدند آن حجابہا آئینہ می سوخت روشنی روئے او بانتہائے بصرِ او از خلقِ او۔ وحدیثے دیگر نیز مسلم روایت کردہ است ﴿حجابه النور لو کشف لاحرقت سبحات وجهه ماانتهیٰ الیه بصره من خلقه ﴾ یعنی حجاب او تعالیٰ نور است اگر دُور می شد۔ بر آئینہ می سوخت روشن روئے او بانتہائے بصر او از خلق او ودر حدیثے دیگر آمدہ است کہ جبریل گفت ﴿یامحمد دنوت من اللّٰه دنواً مادنوت منه قط فقال کیف کانِ یا جبریل قال کان بینی وبینه سبعون الف حجابٍ من نورٍ ﴾ یعنی اے محمد نزدیک شدم من از خدا بحدیکہ گاہے نزدیک نشدہ بودم اورا این چنین۔ آنحضرت ﷺ فرمود کہ چگونہ بود اے جبریل گفت کہ میان من واو ہفتاد ہزار پردہ از نور بود۔ شاید کہ مراد ازین حجاب ہمیں ظلال باشند یعنی اگر خلقت ظلال نبودے عالم معدوم شدے۔ ﴿لغنآء ذاته تعالیٰ عن العالمین ﴾ یعنی بسبب بے پروا بودن ذات او از عالمیان ولفظ سبعون در کلام عرب برائے کثرت می آید۔

وآنچہ در حدیث حجب نور و ظلمت وارد شدہ موید قول صوفیان است کہ مبادی تعینات مومنین حجب نورانی اند کہ ظلال اسم الہادی اند ومبادی تعینات کفار حجب ظلمانی اند کہ ظلال اسم المضل اند غوث الثقلین می فرماید

خرقت جمیع الحجب حتےٰ وصلت الیٰ
مقامٍ لقد کان جدی فادنانی

یعنی دریدم تمام حجابہا تا کہ رسیدم من جائیکہ بود جد من پس نزدیک کردمرا تا آنکہ تجاوز کردم از جمیع مراتب ظلال کہ ولایتِ صغریٰ ازان عبارت است ورسیدن بمبدء تعین

اور فقیر کہتا ہے کہ جو حدیث میں وارد ہوا ہے۔ ﴿ان للّٰـہ تعالیٰ سبعین الف حجابٍ من نُورٍ وظُلمةٍ لو کشف لا حرقت سبحات وجهه ماانتهیٰ الیه بصره من خلقه﴾ یعنی ”بے شک اللہ تعالیٰ کے ستر ہزار پردے نور اور ظلمات کے ہیں۔ اگر وہ پردے دور ہو جاتے تو اس کی ذات کی روشنی جہاں تک نگاہ جاتی ساری مخلوق کو جلا دیتی“ ایک دوسری حدیث مسلم میں روایت کی گئی ہے ﴿حِجابُهُ النور لو کشف لا حرقت سبحات وجهه ما انتهیٰ الیه بصره من خلقه﴾ اللہ تعالیٰ کے نور کے پردے ہیں اگر دور کر دیئے جائیں یقیناً اس کی ذات کی روشنی تا حد نظر مخلوق کو جلا دیتی ہے“ ایک اور حدیث میں جبرئیل علیہ السلام نے کہا ﴿یامحمدُ دنوتُ مِنَ اللّٰهِ دَنُواً ما دنوتُ منه قط فقال کَیفَ کان یا جبریلُ قال کان بینی وبینه سبعون الف حجابٍ من نورٍ﴾ یعنی ”اے محمد ﷺ میں خدا سے اس قدر قریب ہوا کہ پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا اے جبریل اس کی کیا کیفیت تھی؟ عرض کیا میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ستر ہزار نور کے پردے تھے“ شاید ان پردوں سے مراد یہی ظلال ہوں۔ یعنی اگر ظلال کی تخلیق نہ ہوتی تو عالم معدوم ہو جاتا ﴿لغنآء ذاته تعالیٰ عن العالمین﴾ اللہ تعالیٰ کی ذات عالمین سے مستغنی ہے اور سبعون کا لفظ کلامِ عرب میں اظہار کثرت کے لیے آتا ہے۔

اور وہ جو حدیث میں نور اور ظلمت کے پردوں کا ذکر کیا گیا ہے اس سے صوفی کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ مومنوں کے مبادی تعینات نورانی پردے ہیں جو اسم الہادی کے ظلال ہیں اور کفار کے مبادی تعینات ظلمت کے پردے ہیں جو اسم المضل کے ظلال ہیں۔ حضرت غوث الثقلینؒ فرماتے ہیں

خرقت جمیع الحجب حتے وصلة الیٰ
مقامٍ لقد کان جدی فادنا فی

ترجمہ: میں تمام پردوں کو پھاڑتا ہوا اس جگہ پہنچا جہاں میرے جد (حضرت محمد ﷺ) تھے تو مجھ کو قریب کیا یہاں تک کہ میں تمام مراتب ظلال سے تجاوز کر گیا۔ (جس سے مراد ولایت صغریٰ ہے)

اور محمد مصطفےٰ ﷺ کے مبدءِ تعین

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ در مرتبہ صفاتست کہ آن را ولایتِ کبریٰ نامند۔

سوال: اسماو صفات الٰہی وظلال آنہارا چرا مبدء تعین انسان می گویند۔

جواب: چون دانستہ شد کہ ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ﴾ پس برائے آن صفات وظلال برائے رسانیدن فیض الٰہی از وجود توابع وجود واسطہ می شود۔

سوال: تعین ہر شخصے فرعِ وجود اوست باہمیں وجوہ چنانچہ در حلقہ مقرر است پس اسماء وصفات بانفسہا مبادی تعینات عالم می تواند شد پس وجود ظلال چہ در کار است و اگر مبادی تعینات نمی تواند شد۔ پس مبادی تعیناتِ انبیاء وملائکہ چگونہ شدند۔

جواب: آنکہ مبادی تعینات می تواند شد لیکن در پیدائش ظلال وساختن آن واسطہ برائے رسانیدنِ فیض حکمتے خواہد بود واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر تمام مبادی تعینات صفات واسما بانفسہا می بودند۔ تمام عالم در رنگ انبیاء وملائکہ معصوم می بودند ومقتضائے ذات ہر یک جذبِ مطلق می بود ومقتضائے صفات جلالی و جمالی آن بود کہ بعضے مومن باشند وبعضے کافر وبعضے صالح وبعضے فاسق تا آثار رحمت وقہر وغیرہ صفات ہم بمنصۂ ظہور آید۔ قال اللہ تعالیٰ۔ ﴿ولو شئنا لاتینا کل نفسٍ ھداھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنة والناس اجمعین﴾ یعنی اگر میخواستیم ہر آئینہ میدادیم ہر کس را ہدایت او ولیکن ثابت شدہ است تقدیر از من ہر آئینہ پُر خواہم کرد جہنم از جنیان وآدمیان۔

فائدہ: تفاوت در مبادی تعینات انبیاء و ملائکہ آنست کہ در صفاتِ الٰہی دو اعتبار جاریست۔ یکے جہت وجود شان فی انفسہا۔ دوم جہت قیام شان بذات حق تعالیٰ۔ پس صفات از جہت اول مربی انبیاء اند وبجہت ثانی مربی ملائکہ اند پس ولایت ملائکہ نسبت بولایت انبیاء اعلیٰ واقرب است بسوئے خدائے تعالیٰ

جو مرتبہ صفات میں ہے، میں پہنچا جس کو ولایت کبریٰ کہتے ہیں۔

سوال: اسماء وصفات الٰہی کا اور ان کے ظلال کو کیوں انسان کا مبدا تعین کہتے ہیں۔

جواب: جیسا کہ معلوم ہو چکا کہ ﴿ ان اللّٰہ لغنی عن العالمین ﴾ اس لیے کہ ان صفات وظلال کا فیضِ الٰہی پہنچانے کیلئے وجود اور توابع وجود سے واسطہ ہو۔

سوال: ہر شخص کا تعین انہی وجوہ سے اس کے وجود کی فرع ہے جیسا کہ حلقہ میں مقرر ہے پس اسماء وصفات خود عالم کے مبادی تعینات ہو سکتے ہیں تو پھر ظلال کے وجود کی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر مبادی تعینات نہیں ہو سکتے تو انبیاء اور ملائکہ کے مبادی تعینات کیونکر ہوں گے۔

جواب: مبادی تعینات تو ہو سکتے ہیں لیکن ظلال کی پیدائش میں اور ان کو فیض رسانی کا واسطہ بنانے میں کوئی حکمت ہوگی۔ واللہ اعلم

اگر تمام مبادی تعینات خود صفات واسماء ہوتے تو سارے عالم انبیاء وملائکہ کی طرح معصوم ہوتے۔ تو ہر ایک ذات کا مقتضا جذب مطلق ہوتا اور صفات جلالی وجمالی کا مقتضا یہ تھا کہ بعض مومن ہوتے اور بعض کافر، بعض نیک ہوتے اور بعض فاسق تا کہ رحمت وقہر وغیرہ صفات کے آثار ظہور پذیر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ ولو شئنا لاتینا کل نفس ھداھا ولکن حق القول منی لا ملئن جھنم من الجنة والناس اجمعین ﴾ یعنی ''اگر ہم چاہتے تو ضرور ہر شخص کو ہدایت بخشتے لیکن میری طرف سے یہ تقدیر فیصلہ پا چکی ہے کہ میں ضرور جنوں اور انسانوں سے دوزخ کو بھر دوں گا''

فائدہ: انبیاء اور ملائکہ کے مبادی تعینات میں فرق یہ ہے کہ صفاتِ الٰہی میں دو اعتبار جاری ہیں۔ ایک تو فی نفسہا ان کے وجود کی جہت اور دوسری ان کے قیام بذات حق کی جہت۔ پس صفات پہلی جہت سے مربی انبیاء ہیں اور دوسری جہت سے ملائکہ کی مربی ہیں۔ اس لیے ملائکہ کی ولایت انبیاء کی ولایت کی نسبت اعلیٰ اور اللہ تعالیٰ کی جانب اقرب ہے۔

لیکن ملائکه را از مقام خود ترقی نیست که مفهوم کریمه ﴿ وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَعْلُوْمٌ ﴾ یعنی نیست کسے از ما یعنی ملائکه مگر آنکه او را مقام است معلوم که ترقی از ان نیست و انبیاء را ترقیات است هم بمقام ملائکه و هم بالاتر از ان که کمالات نبوت و رسالت و کمالات اولوالعزم اند الٰی غیر ذالک ازین جهت انبیاء از ملائکه افضل گشتند۔ چنانچه عقیده اهل حق است چون این همه تمهید مذکور شد۔

پس بدانکه بسبب ریاضت و عبادت و متابعت صاحبِ شریعت ﷺ و تاثیر صحبت آن سرور علیه الصلوة بے واسطه یا بواسطه کثیره چون صوفی از مقام خود در اقربیت حق سبحانه تعالٰی ترقی میکند با آنکه آن صوفی را با جنابِ الٰهی آنقدر قرب بهم رسد که اصل او راست یعنی ظل را که مبدء تعین اوست آن زمان بر صوفی در اصطلاح اطلاق ولی کرده می شود و مراتب قرب هر چند بیچون و بیچگون اند لیکن در عالم مثال تمام عالم بصورتِ دائره بنظرِ کشفی می در آید و آن را عالمِ امکان می گویند و عرشِ مجید بصورت قطر دائره بنظر می آید و در قوس تحتانی عناصر اربعه و نفس مشهود میگردد و لطائف پنجگانه عالم امر در قوس فوقانی ظاهر می شود و از گذشتن آن ظلال اسما و صفات هم بصورت دائره مشهود می شود و صوفی خود را در عالم مثال می بیند گویا سیر می کند و ترقی می نماید تا بحدیکه در دائره ظلال داخل می شود و با اصل خود می رسد و در رنگ اصل می یابد و بوجود اصل باقی می بیند و خود را در ان فانی و مستهلک می بیند بقسمے که از خود هیچ عین و اثر نمی یابد و بوجود اصل باقی می بیند۔ و این سیر را در اصطلاح سیر الی الله گویند و این دائره ظلال دائره ولایت صغری و ولایت اولیا باشد

اکثر اولیاء همیں ظلال را دائره صفات گفتند۔ و صفات را عین ذات دانستند و در حالت سکر انا الحق قائل شده اند۔ بعد از ان چون از مبدء تعین خود ترقی کرده در دائره ظلال سیر واقع شود آن سیر را سیر فے الله می گویند و در حقیقت این

لیکن ملائکہ اپنے مقام میں ترقی نہں کر سکتے۔ جیسا کہ آیت کریمہ ﴿وما منآ الا له مقام معلوم﴾ ''ہم (ملائکہ) میں سے ہر ایک کے لیے مقرر درجہ ہے جس سے وہ ترقی نہیں کر سکتا'' سے ظاہر ہے۔ اور انبیاء کرام ترقیات کر سکتے ہیں ملائکہ کے مقام تک اور اس سے اوپر بھی۔ چونکہ یہ نبوت ورسالت کے کمالات ہیں اور اولوالعزم وغیرہ کے کمالات ہیں اس لیے اس لحاظ سے انبیاء ملائکہ سے افضل ہیں۔ چنانچہ اہل حق کا یہ عقیدہ ہے جیسے کہ اس ساری تمہید سے واضح ہوا۔

پس جان لے کہ جب صوفی ریاضت وعبادت وصاحب شریعت محمد مصطفے ﷺ کی متابعت اور آنحضور ﷺ کی بے واسطہ یا باواسطہ زیادہ تاثیرِ صحبت سے اپنے مقام سے حق تعالیٰ کی اقربیت کی جانب ترقی کرتا ہے تو باوجود یہ کہ اس صوفی کو جنابِ الٰہی سے اُسی قدر قرب حاصل ہوتا ہے جو اس کے اصل یعنی ظل کو ہے اور جو اس کا مبدء تعین ہے تو اس وقت صوفی پر اصطلاح میں ولی کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اور ہر چند قرب کے مراتب بے مثل وبے نظیر ہیں لیکن عالم مثال میں تمام عالم نظر کشفی مُن بصورت دائرہ دکھائی دیتا ہے۔ اور اس کو عالم امکان کہتے ہیں اور عرش مجید قطر دائرہ کی صورت میں نظر آتا ہے۔ نیچے کی قوس میں عناصر اربعہ اور نفس نظر آتے ہیں جبکہ عالمِ امر کے پانچوں لطائف اوپر کی قوس میں دکھائی دیتے ہیں اور اس ظلال میں سے گزرنے سے اسماء وصفات بھی دائرہ کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ اور صوفی خود کو عالم مثال میں دیکھتا ہے گویا سیر کرتا ہے اور یہاں تک ترقی کرتا ہے کہ دائرہ ظلال میں داخل ہو جاتا ہے اور اپنی اصل کو پہنچ جاتا ہے۔ اور خود کو اصل کے رنگ میں پاتا ہے اور اصل کے وجود کے ساتھ باقی دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو اس میں فانی وہلاک پاتا ہے اس طرح کہ اپنے آپ کی حقیقت واثر کو نہیں پاتا۔ اور اصطلاح میں اس سیر کو سیر الی اللہ کہتے ہیں۔ اور ظلال کا یہ دائرہ ولایتِ صغریٰ اور اولیاء کی ولایت کا دائرہ ہوتا ہے۔

اکثر اولیاء سکر کی حالت میں اسی ظلال کو دائرہ صفات کہہ دیتے ہیں اور صفات کو عین ذات سمجھ لیتے ہیں اور انا الحق کے قائل ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد جب اپنے مبدء تعین سے ترقی کر کے دائرہ ظلال میں سیر واقع ہوتی ہے تو اس سیر کو سیر فی اللہ کہتے ہیں۔ اور در حقیقت یہ

سیر الی اللہ است۔

فائدہ: بدان اے برادر کہ ہر چند صفات حقیقیہ حق تعالیٰ ہفت اند یا ہشت اند چنانچہ علماء کلام بدان تکلم کردہ اند۔ اما جزائیات آن صفات و غیر ہا نہایت ندارند اسماء حسنےٰ بعبارتے بودند در آں احادیث دیگر اسما و در توریت ہزار اسم مذکور شدہ۔ اما در آن منحصر نباید دانست کہ نہایت ندارند حق تعالیٰ می فرماید ﴿ ولو ان ما فی الارض من شجرةٍ اقلام والبهر یمده من بعده سبعة ابحرٍ مانفدت کلمات اللّٰه ﴾ یعنی اگر تمام اشجار زمین قلم ہا شوند و دریا و ہفت دریا دیگر اینچنین سیاہی باشند کلمات الٰہی بپایان نرسند یعنی کلمات مدح کہ بر صفات و کمالات دارند تمام نشوند چنانچہ سعدی گفتہ۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایان
بمیرد تشنہ، مستسقٰی و دریا ہمچنان باقی

چنانچہ صفات حق تعالیٰ غیر متناہی اند ظلال صفات ہم غیر متناہی اند حق تعالیٰ می فرماید ﴿ آیہ مَا عندکم یَنفَدُ وَ مَا عِندَ اللّٰهِ باقٍ ﴾ یعنی ہر چہ نزد شما است فانی است و ہر چہ نزد خدا است باقی است پس اگر در ولایت صغریٰ و مراتب ظلال کسے بتفصیل سیر کند ابد الاباد منقطع نشود لیکن ہر کس در مراتب ظلال ہر قدر کہ در حق او مقدر است سیر می کند و نیز ظل را ظلے باشد و آن را ظلے دیگر در مرتبہ ثانیہ و ثالثہ و رابعہ الیٰ ماشاء اللہ می باشد۔ صوفی در مرتبہ ترقی عروج کردہ با اصل خود میرسد و در آن فانی می شود و از ان ترقی کردہ در اصل آن فانی می شود ہمچنین بہر ظل کہ میرسد خود را در آن فانی و مستہلک می بیند و بوجود آن باقی مے نماید۔ ہمین است معانی بیت مولانائے رومی کہ گفتہ۔

ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام
ہمچو سبزہ بارہا رویدہ ام

بعد ازان اگر عنایت شامل حال صوفی شود از ان جا عروج شود و بمتابعت

یہ سیر الی اللہ ہے۔

فائدہ: اے بھائی جان لے کہ ہر چند حق تعالیٰ کی صفات حقیقیہ سات یا آٹھ ہیں جیسے کہ علمائے کلام نے ان پر بحث کی ہے۔ لیکن ان صفات وغیرہ کی جزائیات بے انتہا ہیں۔ احادیث میں ان دوسرے اسماء کو اسمائے حسنہ بتایا گیا ہے اور توریت میں ایک ہزار اسی کا ذکر ہوا ہے۔ لیکن ان پر انحصار نہیں کرنا چاہیے۔ کہ ان کی کوئی انتہا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ ولو ان ما فی الارض من شجرۃٍ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحرٍ مانفدت کلمات اللہ ﴾ یعنی ”اگر زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں اور یہ اور ایسے ہی سات سمندر سیاہی بن جائیں تو بھی کلماتِ الٰہی ختم نہ ہوں“ یعنی کلمات مدح جو صفات و کمالات پر دلالت کرتے ہیں اختتام پذیر نہ ہوں۔ جیسے کہ شیخ سعدیؒ نے کہا ہے

؎ نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

ترجمہ: نہ تو اس کے حسن کی کوئی انتہا ہے اور نہ سعدی کا (تعریف کرتے کرتے) کلام ختم ہوتا ہے۔ گویا ایک پیاسا پانی پی پی کر مر جاتا ہے مگر دریا (پھر بھی اسی طرح) باقی ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفات بے انتہا ہیں اسی طرح صفات کے ظلال بھی بے انتہا ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ما عندکم ینفد وما عنداللہ باق﴾ ”جو کچھ تمہارے پاس ہے فانی ہے اور جو کچھ خدا کے پاس ہے باقی ہے“ پس اگر کوئی ولایت صغریٰ اور مراتب ظلال میں سیر کرے تو وہ ابدالا آباد تک ختم نہ ہو۔ لیکن ہر شخص مراتب ظلال میں اتنی سیر کرتا ہے جس قدر کہ اس کے حق میں مقدر ہو۔ نیز ظل کا ظل ہوتا ہے اور پھر دوسرے، تیسرے اور چوتھے درجہ میں اور جہاں تک خدا کو منظور ہو۔ صوری ترقی کے مرتبہ میں عروج کر کے اپنی اصل تک پہنچ جاتا ہے اور اس میں فنا ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس سے ترقی کر کے اس کی اصل میں فنا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ جس ظل میں پہنچتا ہے خود کو اس میں فانی اور مستہلک دیکھتا ہے اور اس کے وجود کے ساتھ باقی پاتا ہے۔ مولانا رومؒ کے اس شعر کے یہی معنی ہیں

؎ ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

ترجمہ: میں نے سات سو ستر قالب دیکھے ہیں اور سبزہ کی طرح کئی بار نمو پائی ہے۔ اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہو تو صوفی اس درجہ سے بھی عروج حاصل کرتا ہے۔

پیغمبر خدا ﷺ دخول در دائرہ اسماو صفات میسر گردد کہ اصل این دوائر ظلال است و سیر یکہ در آن واقع شود سیر فی اللہ خواہد بود و شروع در ولایتِ کبریٰ خواہد بود کہ ولایت انبیاء علیہم السلام است۔ دیگران را بہ تبعیت این دولت۔ رسیدہ ہر کرا رسیدہ نہایت عروج لطائف پنجگانہ عالم امر نہایت این دائرہ است۔ بعد ازان بمحض فضلِ الٰہی جل شانہ ازین مقام عروج واقع شود۔ سیر دائرۂ حصول انہا خود بود و اگر گذشت آن دائرہ اصول و بعد از طے آن دائرہ فوقانی ظاہر می شود حضرت مجدد الف ثانی می فرمایند کہ چون غیر قوسے ظاہر نشدہ بہمان قوس اختصار کردہ اند و درین سرے خواہد بود کہ بر آن اطلاع نہ بخشیدند و این اصول سہ گانہ اسما و صفات کہ مذکور شدند مجرد اعتبارات اندر حضرت ذات تعالیٰ و تقدس حصول کمالات این اصول سہ گانہ مخصوص بنفس مطمئنہ است و حصول اطمینان نفس ہمدرین موطن میسر گردد و در ہمین مقام شرح صدر حاصل می شود و سالک باسلام حقیقی مشرف میگردد و نفس مطمئنہ بر تخت صدر جلوس می فرماید و بمقام رضا ارتقامی نماید این موطن منتہائے ولایت کبریٰ انبیاء است'

حضرت مجدد می فرمایند کہ چون سیر تا باین جا رسانیدم متوہم شد کہ کار تمام شُد ندا دادند کہ این ہمہ تفصیل اسم الظاہر شد کہ یکبازوئے طیران است و اسم الباطن متعلق از مبادی تعینات ملاء اعلیٰ است و شروع درین سیر نمودن قدم نہادن است در ولایت علیاء و ولایت ملائکہ۔ حضرت مجدد می فرمایند کہ بعد از حصول دو جناح اسم الظاہر و اسم الباطن چون طیران واقع شد معلوم شد کہ ترقیات بالا اصالت نصیب عنصر ناری است و عنصر ہوائی و عنصر آبی کہ ملائکہ را ازین عنصر سہ گانہ نصیب است چنانچہ وارد شدہ کہ بعضے از ملائکہ از نار و ثلج مخلوق اند و تسبیح شان ﴿سُبْحَانَ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ النَّارِ وَالثَّلْجِ﴾ است۔

اور پیغمبر خدا ﷺ کی متابعت سے اسماء وصفات کے دائرہ میں داخلہ نصیب ہو جاتا ہے جو ظلال کے دائروں کی اصل ہے اور جو سیر اس میں واقع ہو گی وہ سیر فی اللہ ہو گی۔ اور ولایت کبریٰ کا آغاز ہو گا جو انبیاء علیہ السلام کی ولایت ہے۔ دوسروں میں سے جس کسی کو یہ دولت ملی متابعت سے ملی۔ عالم امر کے لطائف پنجگانہ کے عروج کی انتہا اس دائرہ کی انتہا ہے۔ اس کے بعد محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مقام سے آگے عروج ملتا ہے۔ اس کو دائرہ حصول کی سیر حاصل ہوتی ہے اگر اس دائرہ سے گزر کر اس کو طے کر لے تو اوپر کا دائرہ ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کہتے ہیں کہ جب کوئی اور قوس ظاہر نہیں ہوئی تو اسی قوس پر اختصار کیا گیا۔ اس میں کوئی بھید ہو گا کہ اس پر کوئی اطلاع نہیں بخشی گئی۔ اسماء وصفات کے یہ تینوں اصول جو بیان کیے گئے وہ حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے محض اعتبارات ہیں۔ ان تینوں اصولوں کے کمالات کا حصول نفس مطمئنہ کے ساتھ خاص ہے۔ نفس کو اطمینان بھی اسی مقام پر حاصل ہوتا ہے۔ اسی مقام پر شرح صدر حاصل ہوتی ہے اور سالک حقیقی اسلام سے مشرف ہوتا ہے۔ نفس مطمئنہ تخت صدر پر جلوس فرماتا ہے اور مقام رضا پر ترقی کر جاتا ہے۔ یہ مقام انبیاء کی ولایت کبریٰ کا منتہا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ جب میری سیر کا سلسلہ اس مقام تک پہنچا تو میں نے خیال کیا کہ کام ختم ہو گیا اس وقت ندا آئی کہ یہ مقام اسم الظاہر کی تفصیل تھی جو کہ پرواز کا ایک بازو ہے اور اسم الباطن ملاء اعلیٰ کے مبادی تعینات سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس میں سیر کا آغاز کرنا ولایتِ ملائکہ کی ولایت علیاء میں قدم رکھنا ہے۔ حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ اسم الظاہر اور اسم الباطن کے دو بازو حاصل کر کے جب اڑنا نصیب ہوا تو معلوم ہوا کہ ترقیات دراصل عنصر ناری، عنصر ہوائی اور عنصر آبی کا حصہ ہے۔ کیونکہ ملائکہ کو یہی تین عناصر دیئے گئے ہیں چنانچہ وارد ہوا ہے کہ بعض فرشتے آگ اور برف سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اور ان کی تسبیح ہے۔ ﴿سبحان من جمع بين النار والثلج﴾ ’’پاک ہے وہ ذات جس نے آگ اور برف کو جمع کیا ہے۔

وفوق آن بفضل الہی چون سیر واقع شود شروع در کمالات نبوت خواہد بود حصول این کمالات مخصوص انبیاء است علیہم السلام وناشی از مقام نبوت است کمال تابعان انبیاء رانیز بہ تبعیت ازان کمالات نصیب است و درمیان لطائف انسانی حظ وافرازین کمالات بعنصر خاک است وسائر عناصر ولطائف عالم خلق وعالم امر تابع آن ہستند وچوں ایں عنصر مخصوص بہ بشر است خواص بشر از خواص ملائکہ افضل گشتند کمالات جمیع ولایتِ صغریٰ وکبریٰ وعلیا ہمہ ظلال کمالات نبوت وشبح ومثال آنست در دائرہ کمالات نبوت چون بمرکز میرسند آن مرکز بصورت دائرہ ظاہر می شود وآن دائرہ کمالات رسالت است کہ بااصالت بانبیاء مرسل مخصوص است دیگر ہر کرا میسر شود بطفیل وتبعیت میسر شود وچون بمرکز آن دائرہ ثانی رسیدہ می شود آن مرکز ہم بصورت دائرہ ظاہر می شود کہ آن دائرہ کمالات اولوالعزم است عالی است از مثالیت انبیاء واولوالعزم راچون این منصب دہند قیام اشیا بوے باشد بعضے صاحب دولتان از اولیا باشند کہ بہ تبعیت انبیاء این منصب بوے عطا می شود۔

حضرت مجدد می فرمایند کہ چون این سیر بانجام رسانیدم مشہود گشت کہ اگر بالفرض قدم دیگر در سیر افزاید در عدم محض خواہد افتاد ﴿اذ لیس ورآئہ الا العدم المحض﴾ اے فرزند ازین ماجرا درتوہم نیفتی کہ عنقا در شکار آمد ﴿فھو سبحانہ بعد ورآء الورآء ثم ورآء الورآء﴾ یعنی حق تعالیٰ ہنوز وراء الوراپس وراالوراست این ورائیت نہ باعتبار حجب است چہ حجب تمام مرتفع گشتہ بلکہ باعتبار ثبوت عظمت و کبریائی است کہ مانع ادراک است ﴿فھو سبحانہ اقرب فی الوجود وابعد فی الوجدان﴾ یعنی حق تعالیٰ در وجود قریب تر است ودر ادراک بعید تر بعضے مکمل مرادان باشند کہ درون سراوقات عظمت وکبریائی بطفیل انبیاء

اور جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس سے اوپر سیر کرنے کا موقع ملے تو وہ کمالات نبوت کا آغاز ہوگا۔ ان کمالات کا حصول انبیاء علیہ السلام کے لیے مخصوص ہے اور مقام نبوت کی ابتداء ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی کامل اتباع کرنے والوں کو بھی ان کمالات سے حصہ مل سکتا ہے اور لطائف انسانی میں سے ان کمالات کا حصہ اور بلندی عنصر خاک کے لیے ہے اور تمام عناصر اور عالم خلق اور عالم امر کے لطائف اس کے تابع ہیں۔ اور چونکہ یہ عنصر بشر سے مخصوص ہے اس لیے خواصِ بشر خواص ملائکہ سے افضل ہو گئے۔ ولایت صغریٰ و کبریٰ اور اولیاء کے تمام کمالات نبوت کے کمالات کا ظلال ہیں۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب کمالات نبوت کے دائرہ میں پہنچتے ہیں تو وہ مرکز بصورت دائرہ ظاہر ہوتا ہے اور وہ دائرہ کمالات رسالت کا ہے جو دراصل انبیاء مرسل کے لیے مخصوص ہے۔ باقی جس کسی کو میسر ہوا ہے تو واسطہ اور متابعت سے میسر ہوتا ہے اور جب اس دائرہ ثانی کے مرکز میں پہنچتے ہیں تو وہ مرکز بھی دائرہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اولوالعزم کے کمالات کا دائرہ ہے اس کی شان مثال سے اعلیٰ ہے۔ انبیاء اولوالعزم کو جب یہ منصب عطا کرتے ہیں اس کے ساتھ اشیاء کا قیام ہوتا ہے اولیاء میں سے بعض خوش قسمت ہوتے ہیں کہ جن کو انبیاء کی متابعت کے طفیل یہ منصب عطا ہو جاتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ جب میں یہ سیر پوری کر چکا تو معلوم ہوا کہ اگر بالفرض سیر میں ایک قدم اور آگے رکھوں تو وہ عدم محض میں جا پڑے گا ﴿اذ لیس ورآئه الا العدم المحض﴾ ”کیونکہ اس سے آگے عدم محض کے سوا اور کچھ نہیں“ اے بیٹے اس اجر سے وہم میں نہ پڑ جانا کہ عنقا جال میں آ گیا ﴿فَهُوَ سُبْحَانَهُ بَعْدَ وَرَآءِ الْوَرَآءِ ثُمَّ وَرَآءِ الْوَرَآءِ﴾ یعنی ”پس وہ پاک ذات اس سے بھی آگے ہے بلکہ آگے سے بھی آگے ہے“ اس کا یہ آگے ہونا پردوں کے اعتبار سے نہیں کیونکہ تمام پردے تو اٹھ گئے۔ بلکہ یہ عظمت و کبریائی کے ثبوت کے اعتبار سے ہے۔ جو ادراک کا مانع ہے۔ ﴿فَهُوَ سُبْحَانَهُ اَقْرَبُ فِی الْوُجُوْدِ وَاَبْعَدُ فِی الْوُجْدَانِ﴾

ترجمہ: یعنی ”پس وہ پاک ذات وجود کے زیادہ قریب ہے لیکن ادراک سے بہت دور ہے“

بعض ایسے کامل مرشد ہوتے ہیں جو لوگوں کو انبیاء علیہم السلام کے طفیل عظمت و کبریائی کے خیموں میں

علیہم السلام ایشان راجاد ہند ومحرم بارگاہ سازند ﴿ فَعُومِلَ مَعَهُمْ مَاعُومِلَ ﴾ این معاملہ مخصوص بہیئت وجدانی انسانست کہ از مجموعہ عام خلق و عالم امر ناشی گشتہ مع ذالک رئیس درین موطن سیر عنصر خاک است کمالات این مقامِ مخصوص بہیئت وحدانی است این چنین کس بعد قرون متطاولہ ہزار ہا سالہ پیدا می شود وظہور سر اوقات عظمت و کبریائی متعلق بحقیقت کعبۂ ربانی است۔

حضرت مجدد می فرمایند بعد از مرتبہ علیا نور صرف کہ آن را این فقیر حقیقتِ کعبۂ ربانی یافتہ مرتبہ ایست بس عالی کہ حقیقتِ قرآن است کعبہ بحکم قرآن قبلہ آفاق شدہ حضرت شیخ سیف الدین می فرمودند کہ علامت انکشاف انوار قرآن مجید غالبًا ورودِ ثقلی بر باطن عارف است گویا کریمہ ﴿ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ﴾ بدرستیکہ ما بر تو نزول کنیم کلامِ ثقیل ایما باین معرفت دارد۔

حضرت مجدد می فرمایند کہ فوق این مرتبہ مقدسہ مرتبہ ایست بس عالی کہ حقیقت صلوۃ است تواند بود کہ ایما باین حقیقتِ صلوۃ رفتہ باشد آنچہ در قصہ معراج آمدہ کہ ﴿ قِفْ یَا مُحَمَّدُ فَاِنَّ اللّٰهُ یُصَلِّیْ ﴾ یعنی باش اے محمد کہ خدا نماز می گزارد یعنی عبادتیکہ شایان مرتبہ تجرد وتنزہ بود مگر از مراتب وجود صادر گردد ﴿ فَهُوَ الْعَابِدُ وَهُوَ الْمَعْبُوْد ﴾ درین مرتبہ کمال وسعت وامتیاز بیچونست۔ حضرت عُروۃ الوثقٰی می فرمایند کہ استلذاذ یکہ در حین ادائے صلٰوۃ است نفس را در آن حظے نیست ودر عین التذاذ در نالہ وفغانست ورتبہ نماز در دنیا رتبہ رویت است در آخرت حضرت مجدد می فرمایند کہ دولت رویت کہ سرور عالمیان را در شب معراج وبہشت میسر شدہ بود در دنیا در نماز میسر می شد ولہذا فرمود ﴿ اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنْ ﴾ و فرمود ﴿ اَقْرَبُ مَایَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِیْ الصَّلٰوةِ ﴾

حضرت عروۃ الوثقٰی فرمایند ہر چند در دنیا رویت نیست اما کالرویت

پہنچا دیتے ہیں اور محرم بارگاہ بنا دیتے ہیں ﴿ فَعُوْمِلَ مَعَهُمْ مَاعُوْمِلَ ﴾ "پھر ان کے ساتھ جو معاملہ ہوتا ہے سو ہوتا ہے" یہ معاملہ انسان کی ہیئت وحدانی سے مخصوص ہے جو عالم خلق اور عالم امر کے مجموعہ سے پیدا ہوئی ہے۔ تاہم اس مقام کی سیر میں عنصر خاک کی سرداری ہوتی ہے۔ اس مقام کے کمالات ہیئت وحدانی سے مخصوص ہیں۔ ایسا آدمی صدیوں سالوں کے بعد پیدا ہوتا ہے اور بارگاہِ عظمت وکبریائی کا ظہور کعبہ ربانی کی حقیقت سے تعلق رکھتا ہے۔

حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ مرتبہ علیا کے بعد خالص نور ہے کہ جس کو اس فقیر نے حقیقت کعبہ معلوم کیا ہے۔ ایک نہایت اعلیٰ مرتبہ ہے جو قرآن مجید کی حقیقت ہے۔ کعبہ بحکم قرآن جہان بھر کا قبلہ ٹھہرا ہے۔ حضرت شیخ سیف الدینؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے انوار کے انکشاف کی علامت غالبًا یہ ہے کہ عارف کے باطن پر ایک بوجھ وارد ہوتا ہے گویا یہ آیت کریمہ اسی معرفت کی طرف اشارہ کرتی ہے ﴿انا سنلقی علیك قولاً ثقیلاً ﴾ یعنی "بے شک ہم نے تجھ پر بھاری کلام نازل کیا"

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ اس مقدس رتبہ کے اوپر بھی ایک مرتبہ ہے جو نہایت بلند ہے کہ جو نماز کی حقیقت ہے ممکن ہے کہ حقیقتِ نماز کا اس طرف اشارہ کیا گیا ہو جو قصہ معراج میں آیا ہے کہ ﴿قف یا محمد فان اللّٰہ یصلی ﴾ "یعنی ایسی عبادت جو مرتبہ تجرد وتنزہ کے لائق ہو مگر مراتب وجود سے صادر ہو ﴿فھو العابد وھو المعبود ﴾ "پس وہی عابد ہے اور وہی معبود" اس مرتبہ میں کمال وسعت اور بے مثل امتیاز ہے حضرت عروہ الوثقیٰؒ فرماتے ہیں کہ جو لذت نماز ادا کرتے وقت حاصل ہوتی ہے نفس کا اس میں حصہ نہیں ہے۔ اور اصل لذت نالہ وفغان میں ہے اور دنیا میں نماز کا رتبہ ہے جیسا کہ آخرت میں دیدار کا رتبہ ہے۔ حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم ﷺ کو جو دولت دیدار معراج کی رات اور بہشت میں حاصل ہوئی تھی دنیا میں وہ نماز میں حاصل ہوتی تھی۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا ﴿الصلوۃ معراج المومنین ﴾ "نماز مومنین کی معراج ہے" اور فرمایا ﴿ اقرب مایکون العبد من الرب فی الصلوۃ ﴾ یعنی "بندہ نماز میں اپنے رب کے نہایت قریب ہوتا ہے"

حضرت عروہ الوثقیٰؒ فرماتے ہیں ہر چند دنیا میں دیدارِ (الٰہی) نہیں ہے لیکن دیدار کے قریب

است یعنی در نماز ۔ حضرت مجدد می فرمایند مرتبہ مقدس کہ فوق حقیقت صلوۃ است استحقاق معبودیت صرف است وآن فوق را ثابت است ۔ درآن موطن وسعت نیز کوتاہی می نماید اگر چہ بیچون باشد اقدام تحمل انبیاء واکابر اولیاء علیہم السلام راسیر تا نہایت مقام حقیقت صلوۃ است وفوق این مقام معبودیت صرف است کہ ہیچ کس راازان دولت میسر نیست لیکن الحمدللہ سبحانہ کہ نظر راازانجا منع نہ فرمودہ اند وبقدر استعداد گنجائش دادہ بلا بودے اگر این ہم نہ بودے ۔

وحقیقۃ کلمہ لا الہٰ اِلَّا اللہ درین موطن محقق می گردد ومعنی لا الہٰ اِلَّا اللہ نسبت بحال منتہان لا معبود اِلَّا اللہ چنانچہ در شرع معنی این کلمہ قرار یافتہ ولا موجود ولا وجود و لامقصود گفتن انسب بمبتدیان اوسط است ولا مقصود فوق لا موجود ولا وجود است وفوق آن لا معبود الا اللہ درین مقام ترقی در نظر وحدت بصر وابستہ بعبادت صلوۃ است نہ عباوت دیگر مگر در تکمیل صلوۃ مدد فرماید ونقص آن را تلافی کند ۔

فصل در ولایت صغریٰ: اکثر اولیاء کہ سوائے یک مقام ولایت کہ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ آن را ولایتِ صغریٰ می نامند ۔ چون دیگر مقام ثابت نمیکنند تعین اوّل کہ آن را بوحدت تعبیر می کنند و مرتبہ اجمال و حقیقت محمدی میگویند وتعین ثانی کہ بوحدانیت تعبیر می کنند ۔ ومرتبہ تفصیل و حقایق ممکنات میگویند در ہمان مقام اثبات می نمایند ۔ وحضرت مجدد رضی اللہ عنہ می فرمایند کہ ولایت صغریٰ دائرہ ظلال حقائق ممکنات است ۔ سوائے انبیاء و ملائکہ علیہم السّلام حقایق انبیاء یعنی مبادی تعینات آنہا نفس صفات است کہ بولایت کبریٰ تعبیر کردہ شد وحقایق ملائکہ بولایتِ علیا تعبیر کردہ فرق بین الولایتین سابق مذکور گردید ونقطۂ اعلیٰ از ولایت کبریٰ حقیقت محمدی گفتہ کہ آن را لصفت العلم یا شان العلم تعبیر فرمودہ اند ۔

ضرور ہے یعنی نماز میں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ وہ مرتبہ مقدس جو حقیقت نماز کے اوپر ہے وہ خالص معبودیت کا استحقاق ہے۔ اور اس کا فوق ہونا ثابت ہے۔ اور اس مقام پر وسعت بھی کم ہے اگرچہ بے مثل ہے انبیاء کرام علیہم السلام اور اکابر اولیاء کرام کی انتہائی سیر حقیقتِ نماز کے مقام تک ہے اور اس کے اوپر صرف معبودیت کا مقام ہے۔ کہ کسی کو بھی یہ دولت میسر نہیں۔ لیکن الحمد اللہ سبحانہٗ کہ اس مقام پر نظر کرنے سے منع نہیں فرمایا گیا اور بقدر استعداد گنجائش دی گئی ہے

؎ بلا بودے اگر این ہم نہ بودے

ترجمہ: اگر یہ بھی نہ ہوتا تو غضب ہوتا

کلمہ لا الہ الا اللّٰہ کی حقیقت اس مقام پر ثابت ہوتی ہے۔ لا الہ الا اللہ کے معنی منتہیان کے حسب حال لا معبود الا اللہ ہیں۔ چنانچہ شریعت میں اس کے یہی معنی قرار پاتے ہیں۔ اور لا موجود، لا وجود اور لا مقصود کہنا اوسط درجہ کے مبتدیوں کے لیے مناسب ہے۔ اور لا مقصود، لا موجود اور لا وجود سے اوپر ہے اور اس کے اوپر لا معبود الا اللہ ہے۔ اس مقام پر نظر میں ترقی اور بینائی میں تیزی صرف نماز کی عبادت سے وابستہ ہے۔ دوسری عبادتوں میں نہیں۔ البتہ (دوسری عبادتیں) نماز کی تکمیل میں مدد کرتی ہیں اور اس کے نقص کی تلافی کرتی ہیں۔

فصل۔ ولایت صغریٰ کا بیان

اکثر اولیاء سوائے ایک مقامِ ولایت کے کہ جس کو حضرت مجددؒ ولایت صغریٰ کہتے ہیں، کوئی دوسرا مقام ثابت نہیں کرتے اسلیے تعین اوّل کہ جس کو وحدت سے تعبیر کرتے ہیں اور مرتبہ اجمال اور حقیقت محمدی ﷺ کہتے ہیں اور تعین دوم کو وحدانیت سے تعبیر کرتے ہیں اور مرتبہ تفصیل اور حقائق ممکنات کہتے ہیں اسی مقام میں ثابت کرتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ ولایتِ صغریٰ سوائے انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے حقائق ممکنات کے ظلال کا دائرہ ہے۔ انبیاء کے حقائق یعنی ان کے مبادی تعینات نفسِ صفات ہیں جن کو ولایتِ کبریٰ سے تعبیر کیا گیا ہے اور حقائق ملائکہ کو ولایت علیا سے تعبیر کیا ہے۔ ان دونوں ولایتوں کے درمیان جو فرق ہے پہلے بیان کر دیا گیا ہے اور ولایتِ کبریٰ کے اعلیٰ مقام کو حقیقت محمدی ﷺ کہا ہے کہ جس کو صفت العلم یا شان العلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔

این مکشوف آنحضرت پیش از وصول بکمالات نبوت بود بعدازان کہ بکمالات نبوت ورسالت واولوالعزم مشرف شدند برآنحضرت ظاہر شد کہ تعین اوّل تعین وجودیست کہ رب ابراہیم خلیل الرحمان است ومرکز کہ اشرف واسبق اجزاء اوست حقیقۃ محمدیست ۔

بعدازان برآنحضرت ظاہر شد کہ تعین اوّل صفت حُب است محیط دائرہ خِلّت است کہ مبدء تعین خلیل الرحمٰن ابراہیم علیہ السلام است ومرکز محبت است چون بمرکز رسیدہ شود آنہم دائرہ ظاہر می شود کہ محیط آن محبت صرفہ است کہ مبدء تعین موسیٰ کلیم اللہ است علیہ السلام ومرکز آن محبوبیت است کہ مبدء تعین رسول کریم است ﷺ وآن مرکز چون دائرہ ظاہر می شود۔ محیط آن محبوبیت ممتزجہ است ومرکز آن محبوبیت صرفہ وآن حقیقۃ الحقائق است ۔ معاملہ محبوبیت ممتزجہ باسم مبارک محمد ﷺ تعلق دارد ومحبوبیت صرفہ باسم مبارک احمد ﷺ ۔ پس برائے سرور کائنات دوولایت است ولایت محبوبیت ممتزجہ کہ آن راحقیقۃ محمدیہ گویند ولایت محبوبیت صرفہ کہ آن راحقیقۃ احمدیہ گویند وہمین تعین اوّل است فوق آن لاتعین است کہ دران سیر قدمی راگنجائش نیست ۔ وترقی فوق تعین اول کہ حقیقۃ احمدیست ممکن نیست لیکن قریب مرض موت درآخر عمر حضرت مجدد رضی اللہ عنہ رابہ تبیعت وطفیل رسول اکرم ﷺ ترقی ازانجا کہ واقع شدہ بسیر نظری بودنہ بسیر قدمی ۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ می فرمایند کہ این معنیٰ ازآنحضرت یعنی حضرتِ مجدد درہمان مجلس استفادہ نمودہ۔

سوال: وجہ تعارض کشف اولیاء وکشف حضرت مجددؒ درتعین اوّل چیست ۔

حضرت مجددؒ می فرمایند کہ ظل شی بسا است کہ خودراباصل شے وانماید وسالک رابخود گرفتار می سازد پس آنان در تعین ظل تعین اول اند کہ دروقت

یہ بات آنحضرت ﷺ پر کمالات نبوت تک پہنچنے سے پہلے مکشوف تھی۔ اس کے بعد جب آپ کمالات نبوت ورسالت واولوالعزم سے مشرف ہوئے تو آپ پر ظاہر ہوا کہ تعین اوّل وجود کا تعین ہے جو رب ابراہیم خلیل الرحمان ہے اور مرکز جو اس کے تمام اجزاء سے اشرف اور مقدم ہے حقیقت محمدی ﷺ ہے۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ پر ظاہر ہوا کہ تعین اوّل حب کی صفت ہے۔ محیط دائرہ خلت ہے جو خلیل الرحمان ابراہیم علیہ السلام کا مبد تعین ہے اور مرکز محبت ہے۔ جب مرکز پر پہنچتے ہیں تو وہ بھی دائرہ ظاہر ہوتا ہے جس کا محیط خالص محبت ہے جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا مبد تعین ہے اور اس کا مرکز محبوبیت ہے جو رسول کریم ﷺ کا مبدء تعین ہے اور وہ مرکز دائرہ کی طرح ظاہر ہوتا ہے اس کا محیط محبوبیت ممتزجہ (مخلوط) ہے اس کا مرکز خالص محبوبیت ہے اور وہ حقیقۃ الحقائق ہے۔ محبوبیت ممتزجہ کا تعلق اسم مبارک محمد ﷺ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور محبوبیت خالص کا تعلق اسم مبارک احمدؐ کے ساتھ ہے۔ پس سرور کائنات ﷺ کے لیے دو ولایتیں ہیں ایک ولایت محبوبیت ممتزجہ کہ اس کو حقیقت محمدیہ ﷺ کہتے ہیں اور دوسری ولایت خالص محبیت کہ اس کو حقیقت احمدیہ ﷺ کہتے ہیں۔ یہی تعین اوّل ہے اس کے اوپر لاتعین ہے کہ اس میں سیر کیلئے ایک قدم تک کی گنجائش نہیں۔ اور تعین اوّل جو حقیقت احمدیہ ﷺ ہے سے اوپر ترقی ممکن نہیں۔ لیکن حضرت مجدد الف ثانیؒ کو آخری عمر میں مرض الموت کے قریب رسول کریم ﷺ کی اتباع اور ان کے طفیل اس مقام سے ترقی حاصل ہوئی تھی لیکن وہ صرف سیر نظری تھی سیر قدمی نہیں تھی۔ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ فرماتے ہیں کہ اس معنی سے آنحضرت یعنی مجدد صاحب اسی مجلس میں مستفید ہوئے۔

سوال: تعین اوّل میں اولیاء کے کشف اور حضرت مجددؒ کے کشف میں اختلاف کی وجہ کیا ہے؟

جواب: حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ ظل بہت بڑی شے ہے اور خود کو اصل شے کے ساتھ ظاہر کرتا

شروع بر عارف بر اصل تعین اوّل کہ تعین حبی است ظاہر گشتہ۔

سوال: علم از صفات حقیقیہ است وحب از صفات اضافیہ ووجود بر حب اسبق است چہ حب فرع وجود است آنہا را ظل تعین حبی گفتن راست نیاید۔

جواب: علم از صفات حقیقیہ است داخل مرتبہ لاتعین است و مبادی تعینات ہمہ اعتبارات است اول اعتبار یکہ بظہور آمد حب است اگر حب نبودے ہیچ مخلوق نشدے و در حدیث قدسی آمدہ ﴿كُنتُ كَنزاً مَخفِياً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَف﴾ اعتبار ثانی وجود است کہ مقدمہ ایجاد است تعین وجود گویا ظل است تعین حبی را حق تعالیٰ صفات خود را و کمالات خود را و ہم ذات خود را می داند پس صفات حق تعالیٰ کہ در مرتبہ علم اند دائرہ ولایت کبریٰ و ولایت علیا ست و ظلال آن صفات ولایت صغریٰ۔ وذات بیچون کہ در مرتبہ علم است وصول بآن کمالات نبوت وکمالات رسالت وکمالات اولوالعزم است وحقیقۃ قرآن وحقیقۃ صلوۃ ومعبودیت صرفہ اعتبارات اند نفس الامری خارج از مرتبہ علم کہ آن را وجود نفس الامریست مثلاً زید در خارج موجود است ووجود او امریست اعتباری کہ در خارج موجود نیست امانہ اعتباری کہ موقوف بر اعتبار معتبر باشد بلکہ نفس الامریست چنانچہ حضرت مجددؒ بطور سوال وجواب فرموند۔

سوال: تعین اول وجودی است ووجود او در خارج موجود نیست نزد این بزرگواران چیزے بجز ذات خدائے تعالیٰ موجود نیست ودران خارج از تعینات وتنزلات نامے و نشانے نہ واگر ثبوت علمی گویم لازم آید کہ تعین علمی ازو سابق باشد بآن خلاف مقدر است۔

جواب: گویم امر ثابت است اگر ثبوت خارجی گویم بآں معنی کہ ورائے علم اورا ہم ثبوت است گنجائش دارد واللہ سبحانہ اعلم۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ می فرمایند

ہے اور سالک کو خود بخود گرفتار کر لیتا ہے۔ پس وہ لوگ تعین اوّل کے ظل کے تعین میں ہیں کہ جو شروع کے وقت میں عارف پر اصل تعین اوّل پر جو تعین حبی ہے ظاہر ہوا ہے۔

سوال: علم صفاتِ حقیقیہ سے ہے اور حب صفات اضافیہ سے اور وجود حب پر مقدم ہے۔ کیا حب وجود کی شاخ ہے کیا ان کو ظلِ تعین حبی کہنا درست نہیں ہو سکتا؟

جواب: علم صفات حقیقیہ سے ہے جو لاتعین کے مرتبہ میں داخل ہے اور مبادی تعینات تمام اعتبارات ہیں۔ سب سے پہلا اعتبار جو ظاہر ہوا وہ حب ہے۔ اگر حب نہ ہوتی تو کوئی مخلوق پیدا نہ ہوتی۔ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ ﴿کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ﴾ میں ایک مخفی خزانہ تھا پھر مجھ کو اس بات کی محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں” دوسرا اعتبار وجود ہے جو تعین وجود کی ایجاد کا پیشرو ہے۔ گویا تعین حبی کا ظل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفات، اپنے کمالات اور اپنی ذات کو بھی جانتا ہے۔ پس حق تعالیٰ کی صفات جو مرتبہ علم میں ہیں۔ ولایتِ کبریٰ اور ولایت علیاء کا دائرہ ہیں۔ اور ان صفات کا ظلال ولایت صغریٰ ہے۔ اور ذات بے چون جو مرتبہ علم میں ہے اس تک پہنچنا کمالاتِ رسالت اور کمالاتِ اولوالعزم سے ہے۔ اور حقیقت قرآن، حقیقتِ نماز اور معبودیت صرفہ نفس الامری اعتبارات ہیں۔ اور مرتبہ علم سے خارج ہیں کیونکہ ان کا نفس الامری وجود ہے۔ مثلاً زید خارج میں موجود ہے اور اس کا وجود اعتباری امر ہے کہ خارج میں موجود نہیں۔ لیکن نہ وہ اعتبار کہ جو اعتبار پر موقوف ہو معتبر ہو سکتا ہے۔ بلکہ نفس الامری ہے۔ چنانچہ حضرت مجددؒ نے سوال و جواب کے انداز میں فرمایا ہے۔

سوال: تعین اوّل وجود ہے اور اس کا وجود خارج میں موجود نہیں ان بزرگوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ اور اس میں تعینات و تنزلات سے خارج کوئی نام و نشان نہیں۔ اور اگر میں کوئی علمی ثبوت دوں تو لازم آتا ہے کہ تعین علمی اس سے مقدم ہو جو خلافِ مقدر ہے۔

جواب: میں کہتا ہوں امر ثابت ہے اگر ثبوت خارجی کہوں اس معنی میں کہ علم سے ماورا ہے تو اس کا بھی ثبوت ہے اور گنجائش رکھتا ہے۔ واللہ اعلم

حضرت عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

که باید دانست که معنی تعین اوّل و تعین ثانی آن نیست که حق تعالیٰ تنزل کرده حب شد یا وجود شد بلکه معنی آن ظهور است که لائق است به تنزیه و مناسب کلام انبیا است علیہم السلام یعنی صادر اول رسول فرمود ﷺ ﴿اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ﴾

فصل: باید دانست که در ہر مقام ولایت و کمالات نبوت و رسالت و حقائق صوفی را دو حالت است یکے اِنقطاع از خلق و توجہ بسوئے حق بمقتضائے ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاً﴾ یعنی یاد کن نام پروردگار خود را و منقطع شو از غیر او بسوے او منقطع شدنی۔ دوم رجوع عن اللہ باللہ یعنی باز تجدید مناسبت بخلق که از لوازم مقام تبلیغ و ارشادات حق تعالیٰ فرماید ﴿لَوْ جَعَلْنَا مَلَكاً لَجَعَلْنَا رَجُلاً﴾ یعنی اگر رسول را فرشته کردے ہم بصورت مردے کردے اگر فرشته را به پیغمبری فرستادم او را بصفات آدمیان می ساختم تا درمیان مفیض و مستفیض مناسبت باشد کے بے مناسبت اخذ فیض نمی شود۔ در حالت اولی در نظر کشفی چنان می نماید که گویا بسوے خدا سیر میکند و در حالت ثانیه بنظر می آید که گویا از جناب حق بسوئے خلق می آید درین حالت صوفی غمگین می شود و ہر قدر که نزول اتم باشد فیض او در عالم بسیار سرایت میکند۔

فائده: خواندن سوره سبح اسم در عروج تاثیر دارد۔

فصل: این ہمه مقالات در عروجات که درمیان آمده بعد ہزار سال حق تعالیٰ بمجدد الف ثانی عطا کرد کسیے از اولیاءِ سابق بآن لب نکشوده این ہمه مبنی بر آنست که درمیان امم سابقه برائے ہدایت خلق در ہر قرن و ہر قریه انبیاء مبعوث می شدند حق تعالیٰ می فرماید۔ ﴿وَاِنْ مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾ یعنی نبود ہیچ شہرے مگر آنکه گذشت در وے پیغمبرے۔ و بعضے از آنہا بمرتبه رسالت میرسیدند چنانچه۔

کہ جاننا چاہیے کہ تعین اوّل اور تعین ثانی کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تنزل کر کے حُب بن گیا یا وجود بن گیا۔ بلکہ اس کا معنی اس کا ظہور ہے جو تنزیہ کے لائق ہے اور انبیاء علیہ السلام کے کلام کے مناسب ہے یعنی صادر اوّل، رسول کریم ﷺ نے فرمایا ﴿اوّل ما خلق اللہ نوری﴾ ”سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا کیا وہ میرا نور ہے“

فصل: جاننا چاہیے کہ ولایت اور کمالات نبوت و رسالت اور حقائق کے ہر مقام میں صوفی کو دو حالتیں ہیں ایک مخلوق سے الگ تھلگ ہونا اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ﴿بمقتضا واذکر اسم ربك وتبتل الیه تبتیلاً﴾ یعنی ”اپنے رب کے نام کا ذکر کر اور اس کے غیر سے پوری طرح منقطع ہو“ دوسرے عن اللہ باللہ کی طرف رجوع کرنا یعنی مخلوق کے ساتھ تازہ مناسبت کرنا جو مقامِ تبلیغ وارشاد کے لوازم میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لو جعلناہ ملکاً لجعلناہ رجلاً﴾ یعنی ”اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو بھی آدمی کی صورت میں بناتے۔ اور اگر فرشتہ کو پیغمبری کے لیے بھیجتے تو اس کو آدمیوں کی صفات پر بناتے۔ تاکہ فیض رساں اور فیض یاب کے درمیان مناسبت رہے۔ کیونکہ مناسبت کے بغیر فیض حاصل نہیں ہوتا۔ پہلی حالت میں کشفی نظر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا خدا کی طرف سیر کرتا ہے اور دوسری حالت میں یہ نظر آتا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے مخلوق کی طرف آتا ہے۔ اس حالت میں صوفی غمگین ہوتا ہے اور جس قدر اس کا نزول پورا ہوتا ہے اسی قدر اس کا فیض عالم میں زیادہ سرایت کرتا ہے۔

فائدہ: عروج میں سورہ سبح اسم کا پڑھنا موثر ہوتا ہے۔

فصل: یہ تمام معاملات جو عروج کے متعلق بیان ہوئے، ہزار سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو عطا فرمائے۔ ان سے پہلے اولیاء میں سے کسی کی زبان سے ان کا ذکر نہیں ہوا۔ ان سب کی بنیاد اس بات پر ہے کہ پہلی امتوں کے درمیان مخلوق کی ہدایت کے لیے ہر زمانہ میں اور ہر گاؤں میں انبیاء کرام مبعوث ہوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وان من قریة الا خلا فیھا نذیر﴾ یعنی ”کوئی ایسا شہر ہی نہیں ہوا کہ جس میں کوئی پیغمبر (ڈرانے والا) نہ گزرا ہو“ اور ان میں سے بعض مرتبہ رسالت تک بھی پہنچتے تھے۔ چنانچہ

درحدیث است عدد انبیاء یک لکھ وبست و چہار ہزار ورُسل سہ صد وسیزدہ است و بعد ہزار سال یا قریب آن پیغمبرے اولوالعزم مبعوث می شد بعد ہزار سال از آدمؑ نوح علیہ السلام وہمچنین بعد او ابراہیمؑ و بعد او موسیٰؑ و بعد او عیسیٰ علیہ السلام و بعد او محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین شدند۔

بعد وفاتِ او اولیاء اُمّت او در ہدایتِ خلق نیابتِ آن حضرت کردند رسولِ خدا ﷺ فرمود ﴿العلمآءُ ورثةُ الانبیآء﴾ یعنی علماء وارثانِ پیغمبران اند و درمیان، آنہا شخصے مثل رسولان درمیانِ انبیاء برسر ہر صدہ بمزید فضل امتیاز یافتہ وتجدید کردہ۔ ابوداؤد وغیرہ از آنحضرت علیہ السلام روایت کردند ﴿اِنَّ اللّٰہُ یَبْعَثُ فِیْ هٰذِہٖ الْاُمَّةِ عَلٰے رَاْسِ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ یُّجَدِدُ بِہٖ اَمْرَدِیْنِهَا﴾ یعنی حق تعالیٰ مبعوث خواہد کرد درین امت بر ہر صدہ شخصے را کہ تجدید دین کند۔

وچون ہزار گشت ونوبت اولوالعزم رسید حق تعالیٰ موافق عادتِ قدیم برائے ہزارۂ دوم مجددے پیدا کرد کہ درسائیر اولیاء مجددان مثل اولوالعزم باشد درانبیاء ورسولان واورا از بقیہ طینت رسول کریم ﷺ آفرید واین مقامات وکمالات داد کہ کسے ندیدہ بود وبطفیل او این کمالات در آخرزمان شائع وجلوہ گردانید۔ از ابنِ امام جعفر صادقؒ میکند او از پدر وجد خودؓ کہ رسول اللہ ﷺ فرمود ﴿ابشروا واستبشروا انما مثل امتی مثل غیث لا یدری اٰخرہ خیر ام اوّلہ او کحدیقةٍ اطعم فوجاً منها عاماً ثم اطعم فوجاً منها عاماً لعل اٰخرها فرجاً ان یکون اعرضها عرضاً واعمقها عمقاً واحسنحا حسناً﴾ یعنی خوشی دہ باشید وخوش باشید بدرستیکہ حال امت من مانند حال باران است دریافتہ نمی شود کہ آخر آن بہتر است۔

حدیث پاک میں ہے کہ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ ہے اور ہر ہزار سال کے بعد یا اس کے قریب ایک اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے (ہزار سال بعد) حضرت نوح علیہ السلام اسی طرح ان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین بن کر آئے۔

آپ ﷺ کی رحلت کے بعد آپ کی امت کے اولیاء آپ کے نائب بن کر مخلوق کی ہدایت کرتے رہے۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ﴿العلمآء ورثة الانبیاء﴾ یعنی ”علماء انبیاء کے وارث ہیں“ اور ان کے درمیان ہر صدی پر ایک ایسا ممتاز ولی جو فضیلت والا ہوتا ہے، پیدا ہوتا ہے جیسے انبیاء کے درمیان رسول پیدا ہوئے۔ ابوداؤد وغیرہ نے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کی ہے۔ ﴿ان اللّٰه یبعث فی هذه الامة علیٰ راس مائه سنة من یجدد به امر دینها﴾ یعنی ”اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر صدی پر ایسا شخص مبعوث فرمائے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے گا“

اور جب ہزار سال گزر گئے اور اولوالعزم کی نوبت پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے قدیم عادت کے موافق دوسرے ہزار سال کے لیے ایک مجدد پیدا کیا جو تمام مجدد اولیاء میں وہی مقام رکھتا ہے جو انبیاء اور رُسل میں اولوالعزم کا ہوتا ہے۔ اور اس کو رسول کریم ﷺ کی بقیہ مٹی سے پیدا کیا۔ اور وہ مقامات و کمالات عطا کیے جو کسی نے نہ دیکھے تھے اور اس کے طفیل یہ کمالات آخری زمانے میں شائع ہوئے اور نمودار ہوئے۔ ابن امام جعفر صادقؒ اپنے باپ اور داداؒ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ابشروا واستبشروا انما مثل امتی مثل غیث لا یدریٰ اخره خیراً ام اوله او کحدیقة اطعم فوجاً منها عاماً ثم اطعم فوجاً منها عاماً لعل اٰخرها فوجاً ان یکون اعرضها عرضاً واعمقها عمقاً واحسنها حسناً﴾ یعنی ”بشارت دو اور بشارت حاصل کرو بے شک میری اُمت کا حال بارش کی طرح ہے معلوم نہیں اس کا آخر بہتر ہے

یا اول آن یا حال امت من مانند باغ است خورانیده می شوم من ازان باغ قسمے از میوه سالے وقسمے در سالے دیگر۔ شاید که قسم آخر آن پہناور تر باشد در پہناوری و عمیق تر باشد در عمق وخوب تر باشد در خوبی۔

واز ابی ہریره در کتاب الزہد بیہقی آورده وہمچنین از ابن عباس مرویست که رسول خدا فرمود ﷺ ﴿مَنْ تمسك بسنتی عند فساد امتی فله اجرماته شهيدٍ﴾ یعنی ہر که لازم گیر سنت مرا نزد فاسد شدن امت من اورا ثواب صد شہید باشد۔ ازین احادیث معلوم می شود که بعضے مردم در آخر زمان باشند که علوم وکمالات شان پہناور تر وعمیق تر ونیک تر باشند از دیگراں وہر که سنت را محکم گیرد در زمان فساد امت وغلبه کفر ومعاصی اورا ثواب برابر صد شہید باشد والله اعلم۔

خاتمه در سلوک نقشبندیه: جمیع مسلمانان را خصوصاً صوفیانِ طریقه نقشبندیه را که بنائے طریق شان منحصر است بر اتباع سنت لازم است که خدمت فقه وحدیث نمایند تا فرائض وواجبات ومحرمات ومکروہات ومشتبہات وسنن پیغمبر ﷺ در عبادات وعادات دریابند ومہما امکن در اتباع سنت کوشند خصوصاً در اتباع فرائض وواجبات وپرہیز کردن از مکروہات ومشتبہات رعایت سنت محکم گیرند۔

در طہارت بدن وثوب ومکان وسائر شرائط نماز احتیاط کلی نمایند اما در طہارت ظاہری بمرتبه وسواس نرسانند که مذموم است ونماز پنجگانه در مساجد بجماعت گزارند بقسمے که تحریمه اولیٰ فوت نه شود۔ کثرت جماعت وبہترین کس را امام طلب نمایند در حدیث آمده ﴿الإمامُ ضامن﴾ یعنی نماز مقتدی در ضمان نماز امام است پس ہر قدر که امام کامل تر باشد نماز کامل تر میسر می شود وجمعه از دست ندہند وجمیع سنن وآدابِ

یا اوّل، یا میری امت کا حال باغ کی مانند ہے کہ مجھے اس باغ میں سے ایک سال میووں کی ایک قسم کھلائی جاتی ہے اور دوسرے سال دوسری قسم۔ شاید دوسری قسم چوڑائی میں زیادہ چوڑی، گہرائی میں زیادہ گہری اور خوبی میں زیادہ خوب ہو“

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے کتاب الزہد میں بیہقی نے روایت کی ہے اور اسی طرح ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادَ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِاَةَ شَهِيْدٍ﴾ یعنی ”جو شخص میری امت کے فساد کے زمانے میں میری سنت کو لازم پکڑے اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا“ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں بعض لوگ ہوں گے جو دوسروں سے اپنے علوم اور کمالات میں زیادہ وسیع، زیادہ گہرے اور زیادہ نیک ہوں گے۔ اور جو شخص امت کے فساد کے زمانے میں اور کفر و گناہ کے غلبہ کے وقت سنت کو مضبوط پکڑے گا اس کو سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔ واللہ اعلم

خاتمہ نقشبندیہ کے سلوک کا بیان

تمام مسلمانوں کو عموماً اور طریقہ نقشبندیہ کے صوفیہ جن کے طریقہ کی بنیاد ہی اتباع سنت پر ہے، کو خصوصاً لازم ہے کہ فقہ اور حدیث کی خدمت کریں۔ تا کہ عبادات و عادات میں فرائض، واجبات، محرمات، مکروہات، مشتبہات اور سنن پیغمبر ﷺ کو معلوم کریں اور جہاں تک ممکن ہو اتباعِ سنت کی کوشش کریں۔ خاص طور پر فرائض اور واجبات کی اتباع اور مکروہات و مشتبہات سے بچنے میں سنت کی رعایت کو مضبوطی سے تھام لیں۔

بدن، کپڑے اور جگہ کی طہارت اور تمام شرائط نماز کی پوری پوری احتیاط کریں۔ لیکن ظاہری طہارت میں اپنے آپ کو وہم کی حد تک نہ پہنچائیں۔ کیونکہ یہ مذموم ہے۔ اور پنجگانہ نماز مسجد میں با جماعت پڑھیں اس طرح کہ تکبیر تحریمہ اولیٰ فوت نہ ہو۔ جماعت کی تعداد بڑھائیں اور کسی اچھے شخص کو امام بنائیں۔ کیونکہ حدیث پاک میں ہے ﴿اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ﴾ ”مقتدی کی نماز امام کی نماز کی ضمانت میں ہے“۔ پس جس قدر امام کامل ہو گا اسی قدر نماز بھی زیادہ کامل ہو گی۔ اور جمعہ کی نماز کبھی نہ چھوڑیں۔ تمام سنن اور آدابِ

نماز را نیک رعایت کنند و نماز باطمینان تمام گزارند و قرآن تصحیح و تجوید و حُسن صوت بے تغنی بخوانند و نماز را در اوقات مستحبہ ادا کردہ باشند و سنن را کہ دوازدہ رکعت اند و نماز تہجد کہ نہ سنتِ موکدہ است از دست ندہند۔

و روزہ ماہِ رمضان مبارک باحتیاط ادا کنند و از سخن لغو یا گناہ یا غیبت ثوابِ روزہ از دست ندہند۔ و نماز تراویح و ختم قرآن و اعتکاف عشرہ اخیرہ رمضان لازم گیرند۔ و لیلۃ القدر را جویان باشند و اوقاتِ ذکر را معمور دارند و اگر مالک نصاب نامی باشند ادائے زکوۃ فرض است۔

لیکن درین باب سنت آنست کہ زیادہ از حاجت ضروری مالِ نگاہ ندارند رسول کریم ﷺ یک یک را از ازواج مطہرات بعد فتح خیبر در سالے شش صد من جو خرما میدادند در ملک خود یک درہم نگاہ نمیداشتند۔

و از کسبِ حلال خوردہ باشند و در بیع و شرا و غیرہ عقود رعایت مسائلِ فقہ لازم گیرند و از مشتبہات پرہیز نمایند۔

و در ادائے حقوق الناس سعی بلیغ نمایند۔ اگر در ادائے حقوق اللہ تقصیر واقع شود۔ امید مغفرت بشفاعت رسول کریم ﷺ و پیران عظام قوی ست۔ اما حقوق الناس در بخشش نمی آیند۔

و نکاح سنت پیغمبر انست۔ اما اگر ادائے حقوق آن نتواند کرد دریں زمانہ بخوف فوت اکثر فرائض و سنن اگر ازان باز ماند بہتر باشد۔ درین باب کلامے مختصر نوشتہ شدہ تفصیل آن از کتب فقہ و حدیث باید جست۔

بعد ادائے فرائض و واجبات و اجتناب از مکروہات و مشتبہات بر صوفی لازم است کہ اوقات بذکر الٰہی معمور دارند و در بطالت نگذارند در حدیث آمدہ کہ اہلِ جنت حسرت نکنند مگر بر ساعتے کہ ذکر خدائے تعالٰی نکردہ باشند۔ پیش از فنائے نفس بکثرت نوافل و

نماز کا اچھی طرح لحاظ رکھیں۔ اور مکمل اطمینان سے نماز ادا کریں اور قرآن پاک کو صحیح طریقے سے تجوید اور عمدہ آواز سے لیکن گانے کی طرز کے بغیر پڑھیں۔ اور نماز کو مستحب اوقات میں پڑھیں۔ روزانہ کی سنتیں جو کہ بارہ ہیں ادا کریں۔ اور نماز تہجد جو کہ سنت موکدہ ہے بھی ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

ماہِ رمضان کے روزے پوری احتیاط کے ساتھ رکھیں۔ بے ہودہ باتوں یا گناہ یا غیبت سے روزہ کے ثواب کو ضائع نہ کریں۔ نماز تراویح، ختم قرآن شریف اور رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کو لازم پکڑیں۔ اور لیلۃ القدر کے متلاشی رہیں۔ ذکر کے اوقات کو (ذکر سے) آباد رکھیں اور اگر صاحبِ نصاب ہوں تو زکوۃ کا ادا کرنا فرض ہے۔ لیکن اس سلسلے میں سنت یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ مال اپنے قبضہ میں نہ رکھیں۔ رسول کریم ﷺ فتح خیبر کے بعد اپنی ازواجِ مطہرات میں سے ہر ایک کو چھ سو من جو اور کھجور سالانہ دیتے تھے لیکن اپنی ملکیت میں ایک درھم بھی نہیں رکھتے تھے۔

اور کسبِ حلال سے کھاتے رہیں۔ خرید و فروخت وغیرہ کے معاملات میں مسائل فقہ کی پابندی لازم پکڑیں۔ اور مشتبہات سے پرہیز کریں۔ حقوق العباد کی ادائیگی میں بھرپور کوشش کریں۔ حقوق اللہ کی ادائیگی میں اگر کوئی کوتاہی ہو گئی تو رسول کریم ﷺ اور پیرانِ عظام کی شفاعت سے مغفرت کی قوی امید ہے لیکن حقوق العباد نہیں بخشے جا سکتے۔

نکاح رسولِ مقبول ﷺ کی سنت ہے۔ لیکن اگر اس خوف سے کہ اس کے حقوق پورے کرنے میں اکثر فرائض و سنن فوت ہو جائیں گے تو اسے باز رہنا بہتر ہے اس بارے میں مختصر بات کہی گئی ہے۔ اس کی تفصیل فقہ اور احادیث کی کتب سے تلاش کر لیں۔

فرائض و واجبات کی ادائیگی اور مکروہات و مشتبہات سے اجتناب کے بعد صوفی پر لازم ہے کہ وہ اپنے اوقات ذکر الٰہی میں گزاریں۔ بیہودگی میں وقت ضائع نہ کریں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اہل جنت اس لمحے پر بڑی حسرت کریں گے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر گزرا ہو گا۔ نفس کو فنا کرنے سے پہلے نوافل کی کثرت اور

تلاوت قرآن ترقی در قرب دست ندہد حق تعالیٰ می فرماید ﴿ لَایَمَسُّهُ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴾ یعنی قرآن رابدون پاکی مس نکنند چنانچہ طہارت ظاہری شرط نماز است۔ بدون طہارت از رزائل نفس برکات نماز و تلاوت حاصل نتوان کرد چنانچہ در ظاہر ازالہ کفر بکلمہ لا الہ الا اللہ است ہمچنین ازالہ کفر باطنی از کلمہ لا الہ الا اللہ می شود رسول کریم می فرمایند ﴿ جَدِّدُوا اِیْمَانَکُمْ ﴾ یعنی ایمان خود را تازہ کنید مردم پرسیدند چگونہ ایمان را تازہ کنیم فرمود بتکرار از کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ﴾ جمیع مشائخ سلاسل برائے مریدان ہمین ذکر لا الہ الا اللہ مقرر داشتہ اند بعضے بجہر میگویند و از ان می جویند و نقشبند ذکر جہر را بدعت دانستہ اند بذکرِ خفی اکتفا کردہ اند۔ پس برائے فنا قلب وغیرہ لطائف عالم امر ذکر لا الہ الا اللہ بحبس نفس مفید میدانند و دم را زیر ناف بند کردہ ولا را در خیال از ناف تا دماغ و کلمہ الہ را از دماغ بر دوش است تا لطیفۂ روح کہ زیرِ پستانِ راست است فرو میآرند و کلمہ ﴿ الا اللہ ﴾ از انجاء بقلب کہ زیر پستان چپ ست ضرب میکنند ہمچنین بملاحظہ معنی کہ ہیچ مقصود نیست جز ذاتِ پاک او برعایت طاق بعمل می آرند واین را وقوف عددی گویند۔ این عمل از خواجہ عبدالخالق غجدوانی و اورا از حضرت خواجہ کائنات رسید و برائے فنائے نفس تکرار کلمہ طیبہ بملاحظہ معنی بزبان مفید است کہ نفس از عالم خلق است و بعد حصول فنائے نفس در مقامِ کمالات نبوت و فوق آن ترقی بتلاوت قرآن و کثرت نماز است۔ چنانچہ بالا درمیان مقامات مذکور شدہ۔ شخصے از پیغمبر ﷺ ہمسائیگی او در بہشت طلب کرد فرمود کہ چیزے دیگر طلب کن آں شخص گفت کہ من ہمچن میخواہم۔ آنحضرت فرمود پس مدد کن مرا بر نفسِ خود از کثرت سجود و کثرت مراقبہ ہم از برائے مبتدی مفید است و ہم برائے منتہی۔

حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ می فرمایند کہ صوفی بکثرتِ مراقبہ بمراتب

تلاوت قرآن مجید سے قربِ الٰہی میں ترقی نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لَا یَمَسُّهُ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ یعنی ''قرآن پاک کو طہارت کے بغیر ہاتھ نہ لگائیں'' چنانچہ ظاہری طہارت نماز کی شرط ہے۔ نفس کی برائیوں سے پاک ہوئے بغیر نماز کی برکات اور تلاوت قرآن کی برکات حاصل نہیں ہوتیں۔ جس طرح ظاہری کفر کا ازالہ کلمہ لا الہ الا اللہ سے ہوتا ہے اسی طرح باطنی کفر کا ازالہ بھی کلمہ لا الہ الا اللہ سے ہوتا ہے۔ رسول پاک ﷺ کا فرمان ہے۔ ﴿جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ﴾ ''اپنے ایمان کو تازہ کرو'' لوگوں نے پوچھا۔ ایمان کو کیسے تازہ کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ بار بار پڑھنے سے۔

تمام سلسلوں کے مشائخ نے اپنے مریدوں کے لیے اسی کلمہ لا الہ الا اللہ کا ذکر مقرر کیا ہے۔ بعض اونچی آواز سے ذکر کرتے ہیں اور اسی میں (لذت اقرب) تلاش کرتے ہیں جبکہ (سلسلہ) نقشبند (کے مشائخ) نے بلند ذکر کو بدعت سمجھا ہے اور ذکر خفی پر اکتفا کیا ہے اس لیے فنائے قلب وغیرہ کے لیے لطائف عالم امر کے لیے ذکر لا الہ الا اللہ کو حبس نفس کے ساتھ مفید سمجھتے ہیں اور دم کو ناف کے نیچے بند کر کے لا کو خیال میں ناف سے دماغ تک اور الہ کو دماغ سے دائیں کندھے پر لطیفہ روح تک جو دائیں پستان کے نیچے لاتے ہیں اور کلمہ الا اللہ کو وہاں سے قلب پر جو بائیں پستان کے نیچے ہے ضرب لگاتے ہیں۔ اس معنی کا لحاظ رکھتے ہوئے کہ اس ذات پاک کے سوا کوئی مقصود نہیں۔ یہ ذکر طاق عدد کی رعایت سے کرتے ہیں اور اس کو وقوف عددی کہتے ہیں۔ یہ عمل خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ سے اور ان کو سرورِ کائنات ﷺ سے پہنچا ہے۔ نفس کے فنا کے لیے کلمہ طیبہ کی تکرار زبان سے جس کے ساتھ معنی کا بھی پورا خیال ہو، مفید ہے کیونکہ نفس عالم خلق سے ہے۔ اور فنائے نفس کا مرتبہ حاصل ہونے کے بعد کمالاتِ نبوت کے مقام میں اور اس سے اوپر تلاوت قرآن پاک اور کثرت نماز سے ترقی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ اس سے اوپر کے مقامات کے ذکر میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے التجا کی کہ مجھے بہشت میں آپ کی ہمسائیگی نصیب ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی اور چیز طلب کرو۔ اس شخص نے کہا میں یہی چاہتا ہوں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کہ کثرت سجود سے اپنے نفس کو مارنے پر میری مدد کرو۔ اور کثرت مراقبہ مبتدی کے لیے بھی مفید ہے اور منتہی کے لیے بھی۔ حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ صوفی کثرت مراقبہ سے

وزارت می تواند رسید مبتدی را اوّل مراقبہ ذات مستجمع جمیع صفات کمال می فرمایند چون آن را از ان مراقبہ جمیعت دست دید مراقبہ معیت و ملاحظہ قولہ تعالی ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ﴾ یعنی خدا با شما است ہر کجا کہ باشید می فرمایند۔ و بعد فناء قلب مراقبہ اقربیت می فرمایند۔ و ملاحظہ ﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد﴾ یعنی خدا نزدیک تر است بسوے او از رگِ گردن و بعد فناء نفس مراقبہ محبت و ملاحظہ ﴿يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَه﴾ می فرمایند یعنی خدا دوست میدارد مارا و ما دوست میداریم خدارا۔ چون فنائے اتم دست دید در کمالات نبوت و فوق ان بر مراقبہ ذات بحت مواظبت نماید۔

بعد فراغ از ذکر و فکر و فرائض و نوافل اگر مصاحبت و مکالمت با علمائے مفتیان و صلحا دست واو را غنیمت داند بشرطیکہ علماءِ از مصاحبت دنیاداران مجتنب باشند و اگر صحبت صلحا میسر نشود تنہا نشستن یا بخواب رفتن خوب است ﴿العزلة خير من الجليس السوءِ والجليس الصالح خير من النزلة﴾ یعنی گوشہ نشین بہتر است از ہمنشین بد و ہمنشین نیک بہتر است از عزلت۔ صحبت و مخالطت جہال و فساق و کسانیکہ در دنیا بیشتر انہاک دارند کارخانہ باطن را خراب میکند۔ خصوصاً در حق صوفیان مبتدی سخت مضر است کہ آب اندک را نجاست پلید کند و ہم نشینی با صوفیان و صاحبدلان و اولیاء اللہ از ذکر و عبادتِ الٰہی ہم مفید تر است صحابہ باہم می گفتند ﴿اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً﴾ یعنی با ما بہ نشین کہ ایمان تازہ کنیم مولوی روم می فرماید

؎ یک زمان ہم صحبت با اولیا بہتر از صد سال بودن در تقا

و حضرت خواجہ احرار فرمودہ ؎

نماز را بحقیقت قضا بود لیکن نمازِ صحبتِ مارا قضا نخواہد بود

وقار اور جاہ و جلال کے مراتب تک پہنچ سکتا ہے۔ مبتدی کو پہلے ذاتِ مجمع جمیع صفات کمال (خدا) کے مراقبہ کا حکم دیتے ہیں۔ جب اس کو اس مراقبہ سے اطمینان میسر ہو جاتا ہے۔ تو اس کو مراقبہ معیت اور اس آیت کے ملاحظہ کا حکم دیتے ہیں۔ ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ﴾ "اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو" فنائے قلب کے بعد مراقبہ اقربیت اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ملاحظہ کا حکم دیتے ہیں ﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ "اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے" فنائے نفس کے بعد مراقبہ محبت اور آیت ﴿يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ﴾ کے ملاحظہ کا حکم دیتے ہیں یعنی "اللہ تعالیٰ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں" جب فنائے کامل نصیب ہو جائے تو کمالاتِ نبوت میں اور اس سے اوپر ذاتِ خاص کا مراقبہ دائم کرتا رہے۔

ذکر و فکر اور فرائض و نوافل سے فارغ ہو کر اگر علمائے مفتیان اور صالح لوگوں کی صحبت اور گفتگو میسر آئے تو غنیمت سمجھے بشرطیکہ ایسے علماء دنیا داروں کی صحبت سے بچنے والے ہوں۔ اگر صالح لوگوں کی صحبت میسر نہ آئے۔ تو پھر تنہا بیٹھنا یا سو رہنا زیادہ بہتر ہے ﴿اَلْعُزْلَةُ خَيْرٌ مِنَ الْجَلِيْسِ السُّوْءِ وَالْجَلِيْسُ الصَّالِحُ خَيْرٌ مِنَ الْعُزْلَةِ﴾ یعنی "برے ہم نشین سے تنہائی بہتر ہے اور نیک ہم نشین تنہائی سے بہتر ہے" جاہلوں، فاسقوں اور دنیا میں غرق رہنے والے لوگوں کی صحبت اور میل ملاپ سے باطن کا کارخانہ خراب ہو جاتا ہے۔ خصوصاً مبتدی صوفیوں کے حق میں سخت نقصان دہ ہے جیسا کہ نجاست تھوڑے سے پانی کو ناپاک کر دیتی ہے۔ صوفیہ کرام، صاحب دل اور اولیاء اللہ کی صحبت اللہ کے ذکر اور عبادت سے بھی زیادہ مفید ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپس میں کہا کرتے تھے ﴿اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً﴾ یعنی "ہمارے پاس بیٹھو تا کہ ایمان تازہ کر لیں"

مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

؎ یک زمان ہم صحبت با اولیاء   بہتر از صد سال بودن در تقا

ترجمہ: اولیاء کی صحبت میں تیرا تھوڑی دیر بیٹھنا سو سال تقویٰ میں گزارنے سے بہتر ہے۔

حضرت خواجہ احرارؒ فرماتے ہیں۔

؎ نماز را بحقیقت قضا بود لیکن   نمازِ صحبتِ مارا قضا نخواہد بود

ترجمہ: نماز رہ جائے تو اس کی قضا کی جا سکتی ہے لیکن ہماری صحبت کی نماز کی قضا کبھی نہ ہو سکے گی۔

مردے دیگرے را گفت کہ با بایزید صحبت میدار آن شخص جواب گفت کہ من صحبت با خدا دارم۔ آن مرد گفت کہ صحبت داشتن با بایزید بہتر است از صحبت داشتن با خدائے تعالیٰ یعنی تو بقدر نسبت خودؔ و موافق حوصلہ خود فیض و برکت از جناب الٰہی میسر داری و در صحبت بایزید موافق علو مرتبہ او بتو فیض خواہد رسید ۔

دُور شو از اختلاطِ یارِ بد　　یار بد بدتر بود از مار بد
مارِ بد تنہا ہمی برجان زند　　یارِ بد بر جان و بر ایمان زند

الحمد للّٰه رب العالمین ۝ وصلی الله تعالیٰ علیٰ خیرِ خلقه محمدٍ وآله واصحابه اجمعین۔ اللّٰهم ارزقنی حبك وحب من یحبك وحب عملٍ یقربنی الیك۔ اٰمین اٰمین

ایک شخص نے کسی دوسرے سے کہا کہ بایزیدؒ کی صحبت میں رہا کرو۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میں خدا کی صحبت میں رہتا ہوں پہلے شخص نے کہا کہ بایزیدؒ کی صحبت میں رہنا خدا تعالیٰ کی صحبت میں رہنے سے بہتر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تو اپنی نسبت کے مقدور اور اپنے حوصلے کے موافق خدا تعالیٰ سے فیض و برکت حاصل کرتا ہے جبکہ حضرت بایزیدؒ کی صحبت میں تجھ کو ان کے بلند مرتبہ کے موافق فیض حاصل ہوگا۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

دُور شو از اختلاط یارِ بد — یارِ بد بدتر بود از مارِ بد
مارِ بد تنہا ہمی برجان زند — یارِ بد برجان و بر ایماں زند

ترجمہ: بُرے دوست کی صحبت سے دور رہو کیونکہ برا دوست زہریلے سانپ سے بھی زیادہ بُرا ہوتا ہے۔ زہریلا سانپ تو صرف جان کو نقصان پہنچاتا ہے جب کہ بُرا دوست جان کے ساتھ ایمان کو بھی تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اے اللہ تعالیٰ تمام مخلوق سے عمدہ حضرت محمد ﷺ پر، ان کی آل پر اور ان کے تمام صحابہ کرام پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرما۔ اے اللہ پاک مجھے اپنی محبت عطا کر۔ اور ان کی محبت عطا کر جن سے تو محبت کرتا ہے اور اس عمل کی محبت عطا کر جسے تو پسند کرتا ہے۔

آمین ثم آمین

ماہنامہ ''السیف الصارم'' رجسٹرڈ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کا نمائندہ رسالہ ہے جو ہر ماہ باقاعدگی سے چھپتا ہے۔ جس میں انوار القرآن، انوار الحدیث، سیرت النبی ﷺ، سیرت صحابہ، سیرت اولیاء کرام، عمدہ نعتیں، فقہی مسائل اور تصوف وطریقت کے موضوع پر بہت اعلیٰ اور نادر مضامین پیش کیے جاتے ہیں۔

آپ خود بھی اسے پڑھیں اور اپنے عزیز واقارب اور دوستوں کو بھی اس کے مطالعہ کی دعوت دیں۔

نوٹ

اس کے پچھلے شمارے بھی حاصل کیے جاسکتے ہیں۔
خصوصاً اس کا میلاد النبی نمبر مطالعہ کے لائق ہے۔

ملنے کا پتہ

(۱) آستانہ عالیہ نقشبندیہ سیفیہ باڑہ شریف۔ پشاور
(۲) آستانہ عالیہ سیفیہ۔ لکھوڈیر شریف۔ لاہور
(۳) مکتبہ محمدیہ سیفیہ آستانہ عالیہ۔ راوی ریان شریف
(۴) مکتبہ شیرازی سیفی۔ محمدیہ سیفیہ ماڈل ٹاؤن۔ اسلام آباد
(۵) جامعہ جیلانیہ رضویہ نادر آباد بیدیاں روڈ۔ لاہور کینٹ

www.maktabah.org

www.maktabah.org

زاویہ

مکتبہ شیرازی محمدی سیفی
محمدیہ سیفیہ ماڈل ٹاؤن اسلام آباد

www.maktabah.org

Maktabah.org

This book has been digitized by www.maktabah.org.

Maktabah.org does not hold the copyrights of this book. All the copyrights are held by the copyright holders, as mentioned in the book.

Digitized by Maktabah.org, 2011

Files hosted at Internet Archive [www.archive.org]

We accept donations solely for the purpose of digitizing valuable and rare Islamic books and making them easily accessible through the Internet. If you like this cause and can afford to donate a little money, you can do so through Paypal. Send the money to ghaffari@maktabah.org, or go to the website and click the Donate link at the top.

www.maktabah.org